خصوصیات قرآن کا وسیع دائرہ

سلطان احمد اصلاحی

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی ذات کی صحیح معرفت اور اس کی ادائیگی کی ٹھیک پہچان کے لئے اپنے اسماء و صفات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح قرآن و حدیث میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بہت سے اسماء و خصوصیات کا ذکر ملتا ہے، جن کی حقیقت تفصیل سے سمجھ کر ہی ہم آپ کے حقوق صحیح طور پر ادا کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ بعینہٖ یہی معاملہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملنے والی کتاب مبارک۔ قرآن حکیم کا ہے کہ اس نے اپنے بہت سے اسماء و خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع پر غالباً سب سے پہلے تفصیل سے لکھنے کا خیال علامۃ الدہر مولانا حمید الدین فراہیؒ کو آیا جنہوں نے 'اوصاف القرآن' کے عنوان سے ایک رسالہ اس پر مرتب کرنا چاہا تھا لیکن جو غالباً ان کے دوسرے بہت سے کاموں کی طرح تشنۂ تکمیل ہی رہا۔ حق یہ ہے کہ جس طرح خدا اور رسول کے حقوق کی صحیح ادائیگی ان کے اسماء و صفات کے واقعی شعور کے بغیر ممکن نہیں کتاب اللہ کے حقوق کی صحیح پہچان بھی اس کے اوصاف و خصوصیات کی صحیح معرفت پر منحصر ہے۔ زیر نظر مضمون میں قرآن کے بعض اوصاف و خصائص کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ 'اوصاف القرآن' کے موضوع پر الگ سے تفصیل سے لکھا جائے گا۔ اس کی روشنی میں قرآن کی صرف تلاوت اور حصول برکت کے مروجہ تصور کی غلطی کو بھی آسانی کے ساتھ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ (س)

زمانہ کی عجیب نیرنگی اور ستم ظریفی ہے کہ دنیا میں مرضیات الٰہی کا اپنی آخری وسعتوں کے ساتھ ع
بلند کرنے والی برگزیدہ شخصیتوں —— حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم —— کو کچھ ہوشیار لوگ انت
محدود اور تنگ معنی میں " روحانی پیشوا" باور کرانے میں کامیاب ہوئے۔ اور انسانوں کی عظیم اکثریت
کمال سادہ لوحی کے ساتھ ان کے اس فیصلے کو آمنا صدقنا، کہا۔ ابنیائی فہرست آخری نبی صلی اللہ
کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ نتیجے کے طور پر دیگر انبیاء و رسل ؑ کی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم " روحانی
قرار پائے تو آپ کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب، ہدایت ربانی کے آخری ایڈیشن کو بھی لوگوں نے ایک خا
اور محدود معنی میں " مذہبی صحیفہ" سمجھا۔ جس کا زیادہ سے زیادہ کوئی مقصد ہو سکتا تھا وہ یہ کہ م

...معنوں میں وہ انسان کا خدا سے رشتہ جوڑ دے۔ اس دنیا سے ہٹ کر لوگوں کو کچھ "دوسری دنیا" کی باتیں
...ے اور ان کے اندر کچھ اعلیٰ اخلاق اور اوصاف کی آبیاری کر دے۔ حالانکہ اعلیٰ پیمانے اور بہت ہی مضبوط
...ں پر زندگی کی اخلاقی و روحانی پہلوؤں کی تکمیل کے ساتھ، مادی پہلوؤں سے بھی زندگی کی تنظیم
...اسی، سماجی اور معاشی ہر پہلو سے اس کی ترتیب و تنسیق کو وہ اسی طرح اپنا موضوع و مقصود
...ہے۔ چنانچہ اپنے خصائص کے بیان میں اس نے اپنی معنوی اور روحانی حیثیت کے ساتھ زندگی
...نظیم اور اس سے تعلق رکھنے والی اپنی اوصاف و خصوصیات کو بھی اسی اہتمام کے ساتھ بیان
... اور مختلف پہلوؤں سے اس کی وضاحت کر دینے کے ساتھ اس کے سلسلے میں کسی قسم کی
...ور ابہام کو باقی نہیں رہنے دیا ہے۔

...پیغام :

اس سلسلے میں سب سے پہلے جو چیز توجہ طلب ہے وہ قرآن کا عموم اور اس کی عالمگیری ہے۔
...نتیجے میں وہ پوری انسانی برادری کو اپنا مخاطب قرار دیتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ زندگی
...و نقشہ اس کے پیش نظر ہے اور گروہ انسانیت کو دنیا و آخرت کی ہمہ جہتی فلاح و کامرانی کی جس
...وہ گامزن دیکھنا چاہتا ہے اس کے تخاطب کی اس وسعت اور عموم کے ساتھ اس سے حاصل
...پیغام بھی اسی طرح وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ جب اس کتاب کا تخاطب رنگ و نسل کی قید سے
...ی و جغرافیائی حد بندیوں سے پرے ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کا عطا کردہ ضابطہ
...ی طرح مکمل اور ہمہ جہت ہو۔ چنانچہ وہ صاف اور صریح لفظوں میں کہتا ہے کہ اس کا نزول تمام
...کے لئے ہوا ہے اور قرآن کسی تخصیص اور تحدید کے بغیر جملہ معاملات زندگی میں ان کے لئے ہدایت
...سامان فراہم کرتا ہے۔

...رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ
...هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ
...دٰی وَالْفُرْقَانِ
(البقرہ: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں کہ قرآن اترا، اس میں ہدایت کا سامان ہے (جملہ معاملات زندگی میں دنیا کے) تمام انسانوں کے لئے رہنمائی کی کھلی باتیں اور فیصلہ کن چیز۔

...لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ
...كْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا (اسراء: ۱۰۶)

اور قرآن جس کے ہم نے الگ الگ ٹکڑے رکھے تاکہ تم اسے پڑھ کر سناؤ (دنیا کے)

تمام انسانوں کو وقفہ وقفہ سے اور ہم نے اسے
تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا۔

اس کتاب کے ذریعہ مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کا نذیر (ڈرانے والا) بھیجا گیا ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

(اسراء: ۱۰۶)

انتہائی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کن چیز (قرآن) اتارا تاکہ وہ (دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ڈرانے والا بنے۔

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ

(انعام: ۱۹)

اور میرے پاس وحی کی گئی ہے اس قرآن کی تاکہ میں اس کے ذریعہ تم کو ڈراؤں ساتھ ہی ہمیشہ کے لئے ان تمام لوگوں کو حق بات پہنچے۔

إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ

(زمر: ۴۱)

ہم نے یہ کتاب تمہارے اوپر اتاری ہے (دنیا کے) تمام انسانوں کے لئے حق کے ساتھ۔ پس جو کوئی راہ پکڑے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو گمراہ ہوگا اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا اور تم ان پر چوکیدار نہیں ہو۔

پورے قرآن کی پیروی

قرآن کے مطالب پر ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سک[ے گا کہ یہ] عام رائج معنوں میں، خدا اور بندے، تک محدود نہ ہوکر پوری انسانی زندگی کے لئے دستور ا[لعمل اور] مکمل ضابطہ حیات عطا کرتی ہے۔ اس میں اگر ایک طرف انسان کو ہر طرف سے کٹ کر صرف خدا کے لئے یکسو ہونے، اس سے اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے، اس کی یاد کو دل میں بسائے رکھنے، اسی طرح فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے اور ان تمام چیزوں کو جو اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے ان سے مجتنب رہنے کی تلقین کی گئی ہے، تو اسی کے پہلو بہ پہلو ان

[ت]نظیم اور انسان کی سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی سے متعلق تفصیلی احکام و ہدایات بھی فراہم کی گئی ہیں [اس] کتاب کے اندر ہمیں صرف توحید، رسالت اور آخرت ہی کے مضامین دیکھنے کو نہیں ملتے، نیکیوں اور [بھ]لائیوں کی تلقین اور برائیوں ہی سے بچنے کی بات نہیں ملتی، بلکہ اس کے ساتھ ہی نکاح و طلاق، وراثت [عائ]لیات، حدود و قصاص، صلح و جنگ اور حکومت و سلطنت سے تعلق رکھنے والے تفصیلی قوانین [و ض]وابط بھی بیان کئے گئے ہیں۔ بارگاہِ رب العزت کی طرف سے پہلے دن سے یہ اعلان کردیا گیا تھا کہ [یہ] کتاب — قرآن — کی صورت میں زندگی کا جو مکمل دستور العمل تم کو دیا جارہا ہے کسی تجزیہ و تقسیم [کس]ی تحدید و تخصیص کے بغیر اوّل سے آخر تک تمہارے لئے اس کی پیروی ضروری ہے۔ تنہا یہی وہ [را]ہ ہے جو انسان کو رحمت ایزدی سے ہمکنار کرسکتی ہے:

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

(انعام: ۱۵۵)

یہ کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی پس تم (کسی تجزیہ و تقسیم کے بغیر) اس کی پوری پوری پیروی کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ

(اعراف: ۳)

پیروی کرو (پوری پوری) ان تمام باتوں کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتاری گئی ہیں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز نہ بناؤ۔ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(زمر: ۵۵)

پیروی کرو ان تمام بہترین باتوں کی جو تم تک اتاری گئی ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تم کو کچھ خبر نہ ہو۔

[خدا] کے نمائندہ کی حیثیت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار اسی کی تاکید کی گئی:

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

(انعام: ۱۰۶)

پیروی کرو ان تمام چیزوں کی جو تمہارے رب کی طرف سے تم تک وحی کی گئی ہیں اور مشرکوں سے کچھ سروکار نہ رکھو۔

اس وضاحت کے ساتھ کہ یہ راستہ کچھ آسان نہیں۔ قرآن کے دکھائے ہوئے طر
زندگی اور اس کے عطا کردہ ضابطۂ حیات کے حق میں لوگ اپنے پسند کردہ نظامہائے حیات
آسانی کے ساتھ دست بردار ہونے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اس لئے صبر و استقامت کا دامن
مضبوطی سے تھامے بغیر اس راہ پر ثابت قدمی نہیں دکھائی جاسکتی:

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ
(یونس: ۱۰۹)

اور پیروی کرو اس پورے نظام زندگی کی جس کی تم تک وحی کی جارہی ہے اور جمے رہو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ہو جائے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ
(شوریٰ: ۱۵)

پس اس لئے (تم لوگوں کو) بلاؤ (دین کی) طرف، اور جم جاؤ جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور کہو کہ میں ایمان رکھتا ہوں پوری پوری اس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے۔

خدا تعالیٰ کی ذات پر غیر معمولی اعتماد و توکل کے ذریعہ ہی اس منزل کو سر کیا جاسکتا ہے۔ سور
احزاب میں معاشرتی زندگی سے متعلق وہ تعلیمات بیان کی گئیں جو اس وقت کے سماجی ڈھانچے کے لئے کس
صورت قابل قبول نہ تھیں۔ چنانچہ اس کے آغاز ہی میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکی
کردی گئی کہ:

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا
(آیت: ۳۰)

اور پیروی کرو ان تمام باتوں کی جو تم تک وحی کی جارہی ہیں تمہارے رب کی طرف سے بےشک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور کافی ہے جو اللہ نگراں ہے۔

خصوصیات قرآن کا وسیع دائرہ

اس بنیادی حقیقت کے اظہار کے ساتھ ہی اس کتاب نے قدم قدم پر اپنی وہ خصوصیا
بیان کی ہیں جو انسانی زندگی کے اندر اس کے وسیع دائرہ کار کا پتہ دیتی ہیں۔

گیر تعلیمات

ان میں پہلی نمایاں ترین چیز اس کتاب کی ہمہ گیری اور اس کی ہمہ جہت تعلیمات ہیں۔ قرآن نے
شمار مقامات پر اپنا یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ حقائق کو کھولنے والی کتاب "کتاب مبین" ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ
(مائدہ: ۱۵)

اے اہل کتاب تمہارے پاس آگیا ہے ہمارا رسول جو تمہارے لئے کھول رہا ہے ان بہت سی باتوں کو جو تم چھپاتے تھے (اپنی) کتاب (توراۃ) سے۔ جب کہ وہ بہت سی چیزوں کو نظر انداز کرتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کھلی کتاب آگئی ہے۔

قریب کے ادوار میں مختلف اسباب و عوامل کے تحت فکر اسلامی پر پژمردگی و اضمحلال کی جو
یت چھائی رہی ہے، اس کے نتیجے میں اغیار ہی نہیں بہت سے اپنے لوگ بھی، قرآن حکیم کے اس طرح
بیانات کو ایک خاص دائرے میں محصور کر دینے کے عادی رہے ہیں۔ تفسیر کی بہت سی مسندوں
حلقہہائے درس میں بھی قرآن کے "کتاب مبین" ہونے کا مطلب غالباً کم ہی اس سے آگے بڑھتا
کہ یہ ایسی کتاب ہے جو انسان کی انفرادی زندگی یا زیادہ سے زیادہ اس کے اخلاقی اور سماجی مسائل
متعلق احکام و ہدایات فراہم کرتی ہے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب کہ فکر اسلامی تازہ اور جاندار
، امت کا ذہن اس سلسلے میں بالکل صاف تھا اور وہ اس کے دائرے کو جملہ معاملات زندگی تک وسیع
تی تھی۔ مفسر ابن جریر نے آیت کریمہ میں 'کتاب مبین' کے معنی یہ بیان کئے ہیں:

"وکتاب مبین یعنی کتابا فیه بیان ما اختلفوا فیه بینهم من توحید الله وحلاله وحرامه وشرائع دینه وهو القرآن الذی انزله علی نبینا محمد صلی الله علیه وسلم یبین للناس جمیع ما بهم الحاجة من امر دینهم ویوضحه

"کتاب مبین" اور "کھلی ہوئی کتاب" یعنی وہ کتاب جس میں وضاحت ہے ان باتوں کی جن کے سلسلے میں لوگ (اہل کتاب) باہم بڑے اختلافات کا شکار تھے۔ اللہ کی وحدانیت اس کی حلال کردہ چیزیں اور حرام ٹھہرائی ہوئی چیزیں اور اس کے دین کے تفصیلی قوانین۔ اور یہ قرآن جسے اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے جو لوگوں

لهم حتی یعرفوا حقه من باطله[1]

کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے ان تمام باتوں کو جن کی انھیں ضرورت ہے اپنے دین کے معاملہ میں اس چیز کو وہ ان کے سامنے واشگاف انداز میں رکھ دیتا ہے تاکہ حق کو باطل سے ممیز کر لینے میں ان کے لئے کوئی کھٹکا نہ رہے۔

آگے کی آیتِ کریمہ میں بھی اس کتاب کا اسی طرح کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ [illegible] اس کے ذریعہ اس کی خوشنودی چاہنے والوں کو 'سلامتی کے راستوں' کی رہنمائی کرتا اور انھیں 'تاریکیوں' [illegible] سے نکال کر 'روشنی' سے ہمکنار کرتا ہے:

یَهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَیُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَیَهۡدِیۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۔

(مائدہ : ۱۶)

اللہ اس (کتاب) کے ذریعہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں، سلامتی کے راستوں کی راہنمائی کرتا ہے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر اجالے میں لاتا ہے اپنے حکم سے۔ اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن کے اس بیان کو بھی عام طور پر محدود اور تنگ معنیٰ ہی میں لیا جاتا ہے جس کا زیاد[illegible] سے زیادہ منشا ہوتا ہے کہ آدمی ایک خاص دائرے میں دینی زندگی بسر کرے اور خدا سے اپنا تعل[illegible] جوڑ کر اپنے کو جنت کا مستحق بنا لے۔ جب کہ آیتِ کریمہ میں 'سلامتی کے راستوں' کی بات ع[illegible] اور مطلق ہے اور دیگر مسالک و مذاہب کے مقابلہ میں اس سے اسلام بحیثیت نظام زندگی کے مر[illegible] ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ آدمی اس دین کو اس کی مکمل شریعت کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لے [illegible] خدا تعالیٰ کے عطا کردہ اس آخری مکمل ضابطۂ حیات سے اپنی پوری زندگی میں سرمو تجاوز و انحراف کا مرتک[illegible] نہ ہو۔ اسی طرح 'تاریکیوں' کا مطلب پورا نظام کفر و شرک ہے جب کہ دنیا کے اندر فکر و عمل کی تمام گمرا[illegible] انھیں دو دائروں میں محصور ہیں اور سیدھی راہ پانے کا مطلب ہے کہ آدمی ان تمام بے اعتدالیوں [illegible] دامن بچا کر اپنی پوری زندگی میں اسلام کے دامن کو مضبوط تھام لے۔ گذشتہ آیت کی طرح مفسر طبری [illegible] اس آیت کریمہ کو بھی اسی طرح عام قرار دیا ہے۔

[1] جامع البیان : ۶/ ۹۲ ۔ ۹۳

(سبل السلام) سبیل اللہ الذی شرعه لعبادہ و دعاهم الیه وابتعث به رسله وهو الاسلام الذی لا یقبل من احد عملا الا به لا الیهودیة ولا النصرانیة ولا المجوسیة (ویخرجهم من الظلمات الی النور) یهدی اللہ بهذا الکتاب المبین من اتبع رضوان اللہ الی سبل السلام وشرائع دینه (من الظلمات) یعنی من ظلمات الکفر والشرک الی نور الاسلام وضیائه (ویهدیهم الی طریق مستقیم) ویرشدهم ویسددهم الی طریق مستقیم وهو دین اللہ القویم الذی لا اعوجاج فیه[1]

"سبیل السلام" "سلامتی کے راستے" یعنی اللہ کا راستہ جسے اس نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیا ہے اور اس کی پیروی کی انھیں دعوت دی ہے اور اسی کا پیغام دے کر اپنے تمام رسولوں کو بھیجا ہے۔ اور یہ اسلام ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کی طرف سے کسی عمل کو قبول نہیں کرے گا خواہ وہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا مجوسیت (یا کوئی اور چیز)۔ "ویخرجهم من الظلمات الی النور" اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس واضح کتاب کے ذریعہ جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں ان کی سلامتی کے راستوں اور اپنے دین..... کے تفصیلی قوانین... کی طرف رہنمائی کرتا ہے "من الظلمات" "تاریکیوں سے نکال کر" یعنی کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنی اور اس کی ضیا باری کی طرف "ویهدیهم الی طریق مستقیم" اور ان کی رہنمائی کرتا ہے سیدھے راستے کی طرف" یعنی انھیں راہ بتاتا ہے اور صحیح رہنمائی دیتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔ اور یہ اللہ کا راستی کا دین ہے جس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھ نہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں قرآن کے روشنی (نور) اور حقائق کو کھولنے والی کتاب (کتاب مبین)

[1] حوالہ سابق ص ۹۲

ہونے کے تین فائدے بیان کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی خوشنودی کے طلب گاروں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے[۱]۔ اپنے حکم و مرضی سے انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے[۲] اور (زندگی میں) انھیں سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے[۳]۔ ہمارے زمانے کے ایک وسیع النظر مفسر قرآن نے اس کے پہلے فائدے "سلامتی کے راستوں کی طرف رہنمائی" کی یہ وسیع اور جامع تشریح کی ہے جس نے آخرت کے علاوہ پوری انسانی زندگی اور اس کے اندر آدمی کی ہمہ جہت مصروفیات کا احاطہ کرلیا ہے:

وقد ذكر الله لهذا النور ثلاث فوائد (الاولى) انه يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام، اى من اتبع منهم ما يرضيه تعالى بالايمان بهذا النور يهديه هداية دلالة تصحبها العناية والاعانة — الطرق التى يسلم بها فى الدنيا والآخرة من كل ما يرديه ويشقيه فيقوم فى الدنيا بحقوق الله تعالى وحقوق نفسه الروحيه والجسديه وحقوق الناس فيكون متمتعا بالطيبات مجتنبا للخبائث، تقيا مخلصا، صالحا مصلحا ويكون فى الآخرة سعيدا منعما جامعا بين النعيم الحسى الجسدى والنعيم الروحى العقلى وخلاصة هذه الفائدة انه يتبع دينا يجد فيه جميع الطرق الموصلة الى ما تسلم به النفس من شقاء الدنيا والآخرة، لانه دين السلام والاخلاص لله والعبادة، دين المساواة والعدل، والاحسان والفضل[۱]

اللہ تعالیٰ نے اس نور کے تین فائدے بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ اللہ اس کے ذریعہ جو اس کی خوشنودی کی پیروی اختیار کرتے ہیں، انھیں سلامتی کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی جو کوئی اس نور پر ایمان لاکر اس چیز کی پیروی اختیار کرتا ہے جو اللہ کو خوش کرنے والی ہے تو وہ اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ رہنمائی جس کے ساتھ اس کی خاص توجہ اور مدد شامل ہوتی ہے — ان راستوں کی طرف جن کے ذریعہ وہ دنیا و آخرت میں ہر اس چیز سے بچ جاتا ہے جو اسے نامرادی اور محرومی سے ہمکنار کرنے والی ہو۔ چنانچہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنے نفس کے روحانی وجسمانی حقوق اور انسانوں کے حقوق ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔ وہ دنیا کی حلال و پاک چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور حرام و ناپاک سے دست کش رہتا ہے، اللہ سے ڈرنے والا، اس کے لئے یکسو، نیکی کے راستے پر عمل پیرا اور دوسروں کو اس کی طرف بلانے والا۔ اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ آخرت کے اندر بھی خوش بخت اور اللہ کی نعمتوں سے شاد کام ہوتا ہے، حسی اور جسمانی اور عقلی اور روحانی دونوں طرح کی نعمتیں اسے بیک وقت حاصل ہوتی ہیں۔ اس فائدہ کا خلاصہ یہ کہ اس طرح سے وہ ایسے دین کی پیروی کرتا ہے جس میں اسے وہ تمام راستے مل جاتے ہیں جن پر وہ چل کر دنیا و آخرت کی ہر طرح کی بدبختیوں سے بچ جاتا ہے اس لئے کہ یہ سلامتی کا دین ہے۔ اللہ کے لئے یکسوئی اور اس کے بندوں کے لئے بے لوثی کا دین۔ عدل و انصاف اور مساوات کا دین جس میں خوب کاری اور حسن سلوک اور فضل واحسان کا دور دورہ ہوتا ہے

یہی بات ہے جو قرآن نے دوسرے مقام پر نسبتاً اختصار کے ساتھ اپنے مقصد نزول کو بیان کرتے ہوئے کہی ہے:

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ (بقرہ: ۱۸۵)

دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا سامان ہدایت و رہنمائی کی کھلی ہوئی باتیں اور فیصلہ کن چیز

لوگوں کے لئے رہنمائی اور رہنمائی کی کھلی باتیں، قرآن کا یہ وصف اور خصوصیت بھی، جسے عام طور پر محدود اور تنگ معنوں میں لیا جاتا ہے، اپنے اندر یہی عموم اور وسعت رکھتا ہے جس کے مضمرات میں دین کی عام اور معروف باتیں ہی نہیں بلکہ حدود و فرائض اور حلال و حرام کا پورا نظام شامل ہے:

واما قوله هدى للناس فانه يعنى رشادا للناس الى سبيل الحق وقصد المنهج واما قوله بينات

اللہ تعالیٰ کا قول "ہدی للناس" انسانوں کے لئے ہدایت کا سامان۔ تو اس کا مطلب ہے کہ یہ (قرآن)، لوگوں کو حق کے راستے اور صحیح طرز حیات

---

[۱] تفسیر المنار: ۶/۳۰۵

فانه يعني واضحات من الهدى يعني من البيان الدال على حدود الله وفرائضه وحلاله وحرامه[1]

کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ کا قول 'بینات' تو اس کا مطلب ہے ہدایت و رہنمائی کی کھلی باتیں یعنی وہ بیان و وضاحت جو صاف بتادے اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدود کو، اس کے فرائض کو اور اس کے حلال و حرام کو۔

جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی اپنے سلسلے میں عمومی اور بظاہر سادہ انداز میں اس طرح کی جو صفات و خصوصیات بیان کرتا ہے:

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (اسراء: ۹)

یہ قرآن (جملہ معاملات زندگی میں) رہنمائی کرتا ہے اس راستے کی طرف جو سیدھا اور درست ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ (یٰس: ۶۹)

یہ تو صرف یاد دہانی اور کھولنے والا قرآن ہے جو زندگی کے تمام معاملات میں انسان کے لئے حق و راستی کو کھول کر پیش کر دیتا ہے۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم: ۱)

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ تم دنیا کے تمام انسانوں کو ہر طرح کی تاریکیوں سے نکال کر (صحیح نظام زندگی کے) اجالے میں لاؤ۔

وغیرہ بے شمار آیات، ان کا دائرہ بھی اسی طرح وسیع ہے۔ اور عام اور معروف مذہبی زندگی میں محصور نہ ہو کر اس کے یہ اوصاف و خصائص پورے نظام زندگی میں انقلاب اور تبدیلی کے نقیب ہیں اور دوسرے تمام طریقہائے زندگی سے یکسو ہو کر پوری انسانی زندگی میں خدائی قانون و شریعت کی بے لاگ پیروی کی دعوت دیتے ہیں۔

مکمل ضابطۂ حیات

اس کے ساتھ ہی قرآن اپنا ایک وصف یہ بیان کرتا ہے کہ وہ زندگی

[1] جامع البیان: ۲/ ۸۲

کا مکمل ضابطہ و دستور عطا کرتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے اندر انسانی زندگی کی تنظیم اور اس سے متعلق جملہ امور و مسائل کے سلسلے میں مکمل اور تفصیلی ہدایات موجود ہیں۔ مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دنیائے انسانیت کے سامنے واشگاف انداز میں اس اظہار و اعلان کا حکم ہوا:

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (انعام: ۱۱۴)

کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کے فیصلے کی تلاش میں ہوں جب کہ اس نے تم تک وہ کتاب اتاری ہے جس میں (جملہ معاملات زندگی سے متعلق) تفصیل ہے۔

جس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب 'المنار' نے بجا طور پر کہا ہے:

انزل اليكم الكتاب مفصلا فيه كل ما يصح به الحكم — فانزاله مشتملا على الحكم التفصيلي للعقائد والشرائع وغيرها على لسان رجل منكم امي مثلكم هو اكبر دليل واوضح آية على انه من عند الله تعالى لا من عند غيره[2]

'انزل اليكم الكتاب مفصلا' تم تک مفصل کتاب اتاری، یعنی اس کے اندر ہر وہ چیز موجود ہے جس کے ذریعہ فیصلہ کرنا درست ہو۔ پس اس کا اتارا جانا اس طور پر کہ یہ عقائد اور قوانین وغیرہ جملہ امور سے متعلق تفصیلی فیصلے پر مشتمل ہے تمہارے ہی درمیان کے ایک آدمی پر جو تمہارے ہی جیسا ان پڑھ ہے سب سے بڑی دلیل اور واضح ترین نشانی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی اور کی طرف سے نہیں۔

دوسرے مقام پر بھی قرآن نے اپنا یہی وصف بیان کیا ہے:

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (اعراف: ۵۲)

اور ہم نے ان کے لئے ایک کتاب کا سامان کیا ہے، جس کی ہم نے پوری پوری تفصیل کی ہے، علم کی بنیاد پر، جو ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں۔

جس کی تشریح میں بھی اسے معاش و معاد کے جملہ مسائل پر حاوی قرار دیا گیا ہے:

[2] تفسیر المنار: ۸/ ۱۰

ای ولقد جئناهؤلاء الناس بکتاب عظیم الشان، کامل التبیان، وهو القرآن. فصلنا آیاته تفصیلا علی علم منا بما یحتاج الیه المکلفون من العلم والعمل لتزکیة انفسهم، وتکمیل فطرتهم، وسعادتهم فی معاشهم ومعادهم [1]

یعنی کہ ہم نے ان لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان کتاب کا سامان کیا ہے جو بیان و وضاحت میں کامل ہے۔ یہ قرآن ہے جس کی آیتوں کی ہم نے تفصیل کی ہے۔ اس لئے کہ ہم جانتے تھے کہ مکلف قرار دیئے گئے بندوں کو اپنے نفس کے تزکیہ اور اپنی فطرت کی تکمیل کے لئے علم وعمل کے کس سامان کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ وہ معاش ومعاد ہر ایک کی ہمہ جہتی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکیں۔

پھر اس تفصیل کی وضاحت کرتے ہوئے کہ اس سے مراد مسائل کی جزئیات و فروع نہیں ہیں، بلکہ مسائل کی کلی تبیین و توضیح ہے اور اس کے دائرے میں قرآن نے کسی ابہام و ا[...] کے بغیر زندگی کے حقائق کو پوری طرح کھول کر بیان کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

ففی القرآن تفصیل کل شیٔ نحتاج الیه فی امر دیننا بسهب حیث ینبغی الاسهاب، واوجز حیث ینبغی الایجاز [2]

پس قرآن کے اندر ہر چیز کی تفصیل ہے جس کی کہ ہمیں اپنے دین کے سلسلے میں ضرورت ہے۔ بس یہ ہے کہ جہاں اس نے ضرورت سمجھی ہے بات خوب پھیل کر کہی ہے اور جہاں اس کا تقاضا تھا ایجاز واختصار سے کام لیا ہے۔

جزئیات و فروعات کی تفصیل کا اہتمام یہ کتاب بالواسطہ کرتی ہے جس کی وضا[حت] علامہ زمخشری نے ان لفظوں میں کی ہے:

فان قلت کیف کان القرآن تبیانا لکل شیٔ، قلت المعنی انه

اگر تم کہو کہ قرآن کس طرح "تبیانا لکل شیٔ" ہر چیز کی وضاحت ہے (اشارہ ہے آیت کریمہ

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۴۴

[2] حوالہ مذکور

بین کل شیٔ من امور الدین حیث کان نصا علی بعضها واحالة علی السنة حیث امر فیه باتباع رسول الله صلی الله علیه وسلم وطاعته وقیل وما ینطق عن الهوی، وحثا علی الاجماع فی قوله ویتبع غیر سبیل المؤمنین وقد رضی رسول الله صلی الله علیه وسلم لامته اتباع اصحابه والاقتداء بآثارهم فی قوله صلی الله علیه وسلم اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم وقد اجتهدوا وقاسوا ووطؤا طرق القیاس والاجتهاد فکانت السنة والاجماع والقیاس والاجتهاد مستندة الی بیان الکتاب فمن ثمه کان تبیانا لکل شیٔ [1]

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً، نحل: ۸۹ جس پر گفتگو آگے آرہی ہے) .... تو میں کہوں گا کہ اس نے دین سے تعلق رکھنے والے معاملات میں ہر چیز کی وضاحت کر دی ہے۔ بعض چیزوں کے سلسلے میں قرآن کے خاص نصوص ہیں اور کچھ چیزوں کو اس نے سنت کی طرف پلٹایا ہے، جن کے سلسلے میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے اور کہا گیا کہ "وما ینطق عن الهوی" اور وہ (پیغمبر) خواہش نفس سے نہیں بولتا اس کے ساتھ ہی اجماع امت کی پیروی پر ابھارا گیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا "ویتبع غیر سبیل المؤمنین [2]" اور جو کوئی مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کی پیروی کرے گا۔ لخ مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لوگوں سے صحابہ کرام کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ ارشاد ہوا کہ "میرے صحابہ

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۶۲۷-۶۲۸، کلکتہ ۱۲۷۲ھ

[2] یہ پوری آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ ہے:

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَ

اور جو کوئی رسول سے دشمنی کرے، اس کے بعد کہ اس کے سامنے ہدایت روشن ہو کر آگئی اور مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر پگڈنڈی پکڑے تو ہم بھی اس

ستاروں کے مانند ہیں تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کروگے راہ یاب ہوگے، جب کہ ان حضرات نے قیاس واجتہاد سے کام لیا اور قیاس واجتہاد کی راہیں ہموار کیں۔ پس سنت، اجماع اور قیاس واجتہاد سب کا سرا "کتاب کی وضاحت" سے جڑا ہوا ہے اس طرح یہ کتاب (قرآن) ہر چیز کی وضاحت "تبیانا لکل شیء" ہے۔

مفسر خازن نے بھی آیت کی تفسیر میں اس نکتے کی وضاحت کی ہے:

تبیانا لکل شیء یعنی من امور الدین اما بالنص علیه او بالاحالة علی ما یوجب العلم من بیان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بین ما فی القرآن من الاحکام والحدود والحلال والحرام وجمیع المامورات والمنهیات واجماع الامة فهو ایضا اصل ومفتاح لعلوم الدین[1]	"وتبیانا لکل شیء" ہر چیز کی وضاحت یعنی دین کے امور کی۔ یا تو براہ راست نص کے ذریعہ یا اس چیز کی طرف راجع کرکے جس سے علم یقینی حاصل ہوسکے، یعنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیحات اور آپؐ کے بیانات۔ اس لئے کہ قرآن میں جو احکام، حدود، حلال وحرام، اسی طرح وہ تمام چیزیں جن کا حکم دیا گیا ہے، یا ان سے منع کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ ان کی توضیح وتفصیل کا حق ادا کردیا ہے نیز اجماع امت جو خود بھی علوم دین کی بڑی اصل اور کنجی ہے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) ساءت مصیرا (نساء: ۱۱۵) کے ذمہ لگادیں گے جو اس نے اپنایا اور دیکھو، اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

جوامت میں حجیت اجماع کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل: ۴/ ۹۰، مطبعہ علمیہ مصر

سورۂ یونس میں بھی ایک جگہ قرآن کی یہی صفت بیان ہوئی ہے:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (آیت: ۳۷)	یہ قرآن ایسا نہ تھا جو گھڑ لیا جائے، اللہ کے علاوہ، بلکہ یہ مصدق ہے، اپنے سے پہلی بشارتوں کا، اور اس کے اندر (جملہ معاملات زندگی کے متعلق) احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

[اس کی] تفسیر حافظ ابن کثیر نے ان لفظوں میں کی ہے:

ای وبینا الاحکام والحلال والحرام بیانا کافیا شافیا حقا لا مریة فیه من اللّٰہ رب العالمین، کما تقدم فی حدیث الحارث الاعور عن علی بن ابی طالبؓ فیه خبر ما قبلکم ونبأ ما بعدکم وفصل ما بینکم" ای خبر عما سلف وعما یاتی، وحکم فیما بین الناس بالشرع الذی یحبه اللّٰہ ویرضاه[1]	یعنی ہم نے (جملہ معاملات زندگی سے متعلق) احکام اور حلال وحرام کی ایسی توضیح وتفصیل کردی ہے جو بالکل کافی شافی ہے۔ نیز یہ کہ یہ قرآن حق ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ حارث اعور کی روایت میں گزرا جسے وہ حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ "اس کے اندر تم سے پہلے کے واقعات اور بعد کے حالات کی تفصیل اور تمہارے درمیان ہونے والے جملہ معاملات کا فیصلہ ہے"۔ یعنی کہ اس کے اندر تفصیل ہے ان واقعات کی جو گذر چکے اور جو آئندہ پیش آنے والے ہیں اور اس کے اندر دنیا کے تمام انسانوں کے درمیان پیش آنے والے جملہ امور ومعاملات کا فیصلہ ہے، اس شریعت کے مطابق جو اللہ کو پسند ہے اور تنہا جسے ہی اب اس کی رضا حاصل ہے۔

سورۂ نحل میں اس کتاب مبین کے متعلق ارشاد ہوا:

[1] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۱۷

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

(آیت : ۸۹)

ہم نے تمہارے اوپر کتاب اتاری ہے، جس میں ہم
کے اندر تمام چیزوں کی وضاحت ہے اور جو
ہدایت اور رحمت ہے۔

اس کی تشریح میں بھی اسے دنیوی زندگی اور معاش ومعاد کے جملہ مسائل کا احاط
بتایا گیا ہے:

قال ابن مسعود قد بین لنا فی هذا القرآن کل علم وکل شیٔ وقال مجاهد: کل حلال وحرام وقول ابن مسعود اعم واشمل فان القرآن اشتمل علی کل علم نافع من خبر ما سبق وعلم ما سیاتی، وکل حلال وحرام وما الناس الیه محتاجون فی امر دنیاهم ومعاشهم ومعادهم[1]

ابن مسعود نے کہا کہ اللہ نے ہمارے لئے اس قرآن
میں ہر علم اور ہر چیز کی وضاحت کردی ہے مجا
کا کہنا ہے کہ تمام حلال وحرام کی۔ اور ابن مسعو
کا قول زیادہ جامع اور وسعت کا حامل ہے ا
لئے کہ قرآن میں ماضی میں جو واقعات گذرے ا
مستقبل میں جو احوال پیش آئیں گے ان سب سے متعل
تمام مفید علم موجود ہے۔ اسی طرح تمام حلال
وحرام اور تمام چیزیں جن کی اپنی دنیا اور معا
ومعاد کے سلسلے میں لوگوں کو ضرورت ہے،
اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔

صاحب جلالین نے بھی یہی بات کہی ہے:

(تبیانا) بیانا (لکل شیٔ) یحتاج الیه الناس من امر الشریعة[2]

(تبیانا) وضاحت (لکل شیٔ) ہر چیز
یعنی کہ ہر اس چیز کی جس کی کہ لوگوں
ضرورت ہے دین وشریعت کے معاملے

دوسرے موقع پر اسے ہمہ جہتی ہدایات کی تعلیم کا ذریعہ بتایا۔ سراپا رحمت ذات
نے انسان کو قرآن کا علم عطا کیا۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اس
ہر ایک سے تعلق رکھنے والے جملہ امور ومسائل کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات فراہم کر

---

[1] حوالہ مذکورہ ص۵۸۲

[2] تفسیر جلالین/ ۳۵۸ - طبع جدید

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

(رحمٰن : ۱-۴)

رحمٰن، جس نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اور اس کو واضح شریعت کا علم عطا کیا۔

علامہ ابن جریر طبری نے البیان کی اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے:

والصواب من القول فی ذلك ان یقال معنی ذلك ان الله علم الانسان ما به الحاجة الیه من امر دینه ودنیاه من الحلال والحرام والمعایش والمنطق وغیر ذلك مما به الحاجة الیه لان الله جل ثناؤه لم یخصص بخبره ذلك انه علمه البیان بعضا دون بعض بل عم فقال علمه البیان فهو کما عم جل ثناؤه۔[1]

اس سلسلے میں صحیح بات ہے کہ کہا جائے کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ تمام چیزیں سکھلائی ہیں جن کی کہ اسے ضرورت ہے، دین ودنیا کے سلسلہ میں، حلال وحرام معشیت کے طریقوں اور بولیوں سے متعلق، نیز ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کی کہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ اس نے وضاحت کا علم عطا کیا، کسی قسم کی تخصیص نہیں کی ہے کہ اس نے کچھ چیزوں کا علم عطا کیا اور کچھ کا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے۔ فرمایا کہ " اسے کو ہر طرح کی وضاحت وتشریح کا علم عطا کیا "۔ پس چاہیے کہ وہ ایسے ہی عام رہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اسے عام رکھا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر قرآن نے اپنا یہ وصف ایک سے زائد بار بیان کیا

کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

(ہود : ۱)

یہ کتاب ہے جس کی آیتیں (پہلے تو) مختصر اور گٹھی ہوئی رکھی گئیں پھر ان کی بہمہ وجوہ تفصیل کی گئی اس ذات کی طرف سے جو سرتاپا حکمت

---

[1] ابن جریر: ۲۷/ ۶۱

اور معلومات کا سرچشمہ ہے۔

كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ۔ (فصلت: ۳)	یہ کتاب ہے جس کی آیتوں کی ہر طرح سے تفصیل کی گئی، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو جاننا چاہیں۔

ان کی تشریح میں بھی قصص و مواعظ ہی نہیں، بلکہ علی الاطلاق احکام و قوانین کی بات ہے۔ صاحب جلالین نے ان دو آیتوں کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

بینت بالاحکام والقصص والمواعظ[1]	اس کی آیتوں کی وضاحت کی گئی (جملہ امور سے متعلق) احکام، قوانین، قصص و واقعات اور پند و مواعظ کی باتوں سے۔

اور قرآن ہی پر کیا موقوف اس نے تو اپنے وقت اور حالات کے لئے، توراۃ کا بھی بیان کیا ہے:

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ (انعام: ۱۵۴)	پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ان لوگوں پر اپنے احسان کی تکمیل کرتے ہوئے جو خوب کار تھے اور اس کے اندر (دین و دنیا سے متعلق) ہر چیز کی تفصیل تھی اور ہدایت و رحمت تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین حاصل کریں۔

پیمانۂ حق و باطل

دنیا میں ابتدائے آفرینش سے اسلام اور غیر اسلام کی جو جنگ برپا ہے اس کا جو معرکہ بپا ہے اور ہر ایک کا نمائندہ نظام زندگی دوسرے پر اپنا جو غلبہ و تسلط چاہتا ہے معرکہ کی حقیقت دو لفظوں میں بیان کی جا سکتی ہے کہ یہ حق و باطل کی جنگ ہے۔ حضرات کے ذریعہ آنے والا دین، جس کا آخری ایڈیشن وہ کامل ضابطۂ حیات ہے جو حضرت محمد صلی کے ذریعہ دنیائے انسانیت کو ملا، حق ہے، اس سے ہٹ کر انسانوں کے گھڑے

---

[1] حوالہ سابق صفحات ۲۸۳، ۶۲۹

یا خدا کی ذات میں انحراف و بے اعتدالی —— جسے قرآن کفر و شرک کی دو جامع اصطلاحوں سے یاد کرتا ہے —— پر مبنی جتنے نظامہائے زندگی آج تک پائے گئے یا آئندہ پائے جا سکتے ہیں۔ سب کا سب باطل ہے۔ اپنی دیگر اوصاف و خصوصیات کے علاوہ اس معرکۂ حق و باطل میں فیصل کن حیثیت کو بھی وہ اپنی ایک نمایاں صفت قرار دیتا ہے۔ مفسرین کرام نے آیات ذیل کی بنا قرآن کے وصف —— فرقان —— کے یہی معنیٰ بیان کئے ہیں:

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ (بقرہ: ۱۸۵)	دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہدایت اور ہدایت و رہنمائی کی کھلی ہوئی باتیں۔ اور فیصلہ کن چیز
وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (آل عمران: ۳-۴)	اس نے توراۃ اتاری اور انجیل اس سے پہلے (اپنے وقت کے) تمام انسانوں کے لئے ہدایت بنا کر۔ اور اب فیصلہ کن چیز (قرآن) اتاری۔
والفرقان یعنی والفصل بین الحق والباطل[1]	"فرقان" فیصلہ کن چیز۔ یعنی حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن چیز۔
ومفرقا بین الحق والباطل والحلال والحرام[2]۔	حق کو باطل سے اور حلال کو حرام سے پھاڑ کر الگ کرنے والی چیز۔
وھو الفارق بین الھدی والضلال، والحق والباطل، والغی والرشاد[3]	یہ (قرآن) الگ کر دینے والا ہے، ہدایت اور گمراہی کو، حق اور باطل کو اور راستروی اور کج روی کو۔

سورۂ فرقان کا آغاز ہی اس آیت کریمہ سے ہوا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ (آیت: ۱)	انتہائی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر، فرقان، یعنی فیصلہ کن چیز اتاری۔

---

[1] جامع البیان: ۲/ ۸۲

[2] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۱۶

[3] حوالہ مذکور ص ۳۴۴

یہاں بھی اس کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں:

ولھذٰا اسماہ ھٰھنا الفرقان لانہ یفرق بین الحق والباطل والھدی والضلال، والغی والرشاد، والحلال والحرام[1]

اسی وجہ سے اس (قرآن) کو یہاں 'فرقان' فیصلہ کن چیز کہا، اس لئے کہ یہ حق و باطل، ہدایت و گمراہی، راست روی اور کج روی اور حلال و حرام کے درمیان فرق و امتیاز کرتا ہے۔

سورہ اسراء کی آیات ذیل قرآن کی اس حیثیت کو مزید کھولنے والی ہیں:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝

کہو کہ حق آگیا اور باطل بھج گیا اور باطل تو بجھنے والا ہی تھا۔ اور ہم قرآن کی صورت میں وہ چیز اتارتے ہیں جو بہمہ وجوہ شفا اور رحمت ہے اہل ایمان کے لئے۔ جب کہ ظالم نافرمانوں کیلئے یہ نقصان پر نقصان ہی میں اضافہ کرے گا۔

(آیات: ۸۱، ۸۲)

جو لوگ اس کتاب کا دامن مضبوطی سے سھامتے ہیں اور اس کے ذریعہ خوفِ خدا کو اپ[نا] وظیفۂ حیات بنا لیتے ہیں، حق تعالیٰ اس کی برکت سے ان کے اندر ایسی قوتِ تمیز اور قوتِ فیصلہ کر دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ زندگی کے ہر موڑ اور ہر قدم پر صحیح کو غلط اور حق کو باطل سے ممتاز کر لی[تے ہیں] اور اپنے جملہ معاملات و مسائل میں ان کے لئے خدا تعالیٰ کی دکھائی ہوئی راہ بالکل واضح اور روش[ن] ہو جاتی ہے جب کہ اس کی برکت سے وہ آخرت کی لازوال کامرانیوں سے بھی ہمکنار ہوں گے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرو تو تمہارے لئے وہ ایک فیصلہ کن چیز قرار دے گا۔ تم سے تمہاری کوتاہیوں کو دور کرے گا اور تم کو بخشے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(انفال: ۲۹)

---

[1] حوالہ سابق: ۲/ ۶۲۳

مفسر مجاہد نے آیت کریمہ میں لفظ 'فرقان' کو دنیا و آخرت دونوں کے لئے حاوی قرار دیا ہے:

فرقانا قال مخرجا فی الدنیا والآخرة[1]

"فرقانا" فرمایا کہ دنیا و آخرت میں نجات اور خلاصی کا سامان۔

دوسرے مفسر محمد بن اسحاق نے اسے مزید وسعت دی ہے:

فرقانا ای فصلا بین الحق والباطل[2]

"فرقانا" یعنی فیصلہ کن چیز حق و باطل کے درمیان۔

جس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ نے یہ دل لگتی بات کہی ہے:

فان من اتقی اللہ بفعل اوامرہ وترک زواجرہ وفق لمعرفة الحق من الباطل فکان ذلک سبب نصرہ ونجاتہ ومخرجہ من امور الدنیا وسعادتہ یوم القیامة وتکفیر ذنوبہ ..... و سبباً لنیل ثواب اللہ الجزیل کقولہ تعالیٰ (یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم)[3]

جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اس طور پر کہ اس کے اوامر پر عمل پیرا ہوگا اور اس کی منہیات سے اجتناب کرے گا۔ اسے حق کو باطل سے ممتاز کرنے کی پرکھ عطا ہوگی۔ پس یہ چیز اس کے لئے دنیا کے معاملات سے کامیاب عہدہ برآ ہونے۔ اس کے بچ نکلنے اور اس کی نصرت و کامرانی کا ذریعہ ہوگی۔ جب کہ ساتھ ہی وہ قیامت کے دن خوش بختیوں سے ہمکنار ہوگا اور اس کے گناہوں کو زائل کیا جائے گا۔ نیز یہ چیز اس کے لئے اللہ کے بے پایاں اجر و ثواب کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنے گی جیسا کہ فرمایا ہے: اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے تو وہ

---

[1] جامع البیان: ۹/ ۱۳۸

[2] حوالہ سابق صـ ۱۳۹

[3] ابن کثیر: ۲/ ۳۰۲

تم کواپنی رحمت کے دو حصے عطا کرے گا اور
تمہارے لئے روشنی کا سامان کرے گا (جس
سے تمہارے دنیا وآخرت دونوں کے معاملات
روشن ہو جائیں) جسمیں تم چلو گے اور تمہاری
بخشش کرے گا اور اللہ بڑا بخشنے اور رحم
کرنے والا ہے۔

(حدید: ۲۸)

آخرت کے علاوہ معاملات دنیا میں اہلِ ایمان کو حاصل ہونے والی یہی روشنی ہے جس کا تذکرہ سورۂ انعام میں کیا گیا ہے۔ جب کہ کفر و شرک کے اندھیروں میں پڑے ہوئے لوگ اس سے سرتاسر محروم ہوتے ہیں۔ وسیع تر معاملات زندگی میں اس آخری کتاب کی رہنمائی قبول کرنے کے ساتھ اس سلسلے کی بعض اہم ہدایات، ساتھ ہی بعض اصولی تاکیدات کے بع... ارشاد ہوا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ
وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ
فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ
فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ
مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(آیت: ۱۲۲)

کیا وہ جو مردہ تھا پس ہم نے اسے زندگی عطا
کی اور اس کے لئے روشنی ٹھہرائی جسے لے کر وہ
(دنیا میں) لوگوں کے درمیان چلتا ہے اس کے
مانند ہو جائے گا جو تاریکیوں پر تاریکیوں میں
پڑا ہو اور اس سے (کبھی) نکلنے والا نہ ہو۔
اسی طرح کافروں کے لئے وہ اعمال کھبا دیئے
گئے ہیں جو وہ کرتے تھے۔

اختلافات کا مرجع

کتاب اللہ کا اسی طرح کا ایک وصف قرآن یہ بتاتا ہے کہ وہ انسانی زندگی میں پا... والے اختلافات و تضادات کا ایک ہی مرجع ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی دنیا فکر و عمل کی ج... صورتِ حال سے دوچار ہے اسے ہم ایک لفظ میں بیان کر سکتے ہیں۔ وہ فکر و عمل کے بے... دائروں میں اختلافات کا شکار ہے۔ اس طور پر کہ معاملہ کا ہر فریق مدعی ہے کہ حق و صواب کا...

...کے پاس ہے۔ معاملات زندگی میں فیصلے کے لئے اس نے جو اصول متعین کئے ہیں اور ان کی روشنی ...عمل کے لئے اپنے لئے جو راہیں تجویز کی ہیں، اس سے بہتر نہ کوئی فکر ہے اور نہ زندگی کے لئے اس ...ابھی کوئی شاہراہ عمل تجویز کی جا سکتی ہے۔ فکر و عمل کے ان بے شمار مختلف اور متضاد دھاروں ...قرآن اپنے تئیں اس بات کا مدعی ہے کہ حق و صواب کی کسوٹی صرف اس کے پاس ہے۔ فکر و نظر ...دوسرے تمام حلقوں کے دعوے غلط اور بے بنیاد ہیں۔ جہاں یا تو عقل نارسا کی کارفرمائی ...یا ہدایت ربانی کے چہرے کو انسانی ہاتھوں نے اس طرح داغدار کر رکھا ہے کہ اب اس کی صحیح ...شناخت مشکل ہے اور یہ پتہ لگانا بالکل ناممکن ہو گیا ہے کہ اس کا کون سا حصہ خدائی مرضیات ...آئینہ دار ہے۔ اور کتنا حصہ وہ ہے جو ان کی خواہشات واہوار اور دنیوی حرص و آز کا مظہر ہے۔ ...انسانی زندگی میں اب یہ مقام صرف ہدایت ربانی کے آخری ایڈیشن —— قرآن —— کو حاصل ہے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ
مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

(نحل: ۶۳-۶۴)

قسم اللہ کی ہم نے تم سے پہلے گروہوں
کے پاس رسول بھیجے تو شیطان نے ان
کے لئے ان کے اعمال ہی کو کھبائے رکھا
سو آج بھی وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لئے
دردناک عذاب ہے اور ہم نے تمہارے
اوپر جو کتاب اتاری ہے تو اسی لئے کہ تم
(دنیا کے) لوگوں کے لئے کھول دو (جملہ
معاملات زندگی سے متعلق تمام) ان چیزوں
کو جن میں ان کا اختلاف ہے اور یہ ہدایت
و رحمت ہے ان کے لئے جو ایمان لائیں۔

کتاب اللہ کی یہ مرجعیت زندگی کے تمام دائروں کے لئے ہے اور کسی تحدید و تخصیص کے ...اس کی یہ حیثیت جملہ معاملات زندگی کو محیط ہے۔ مفسر ابن کثیر صراحت کرتے ہیں:

ثم قال تعالیٰ لرسوله انه
انما انزل علیك الکتاب لتبین
للناس الذی یختلفون فیه
فالقرآن فاصل بین الناس

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے فرمایا
کہ یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے اتاری ہے
کہ تاکہ آپ (دنیا کے تمام) انسانوں کے
سامنے کھول دیں (جملہ معاملات زندگی سے

فی کل ما تتنازعون فیہ

متعلق، تمام باتوں کو جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ پس قرآن کی حیثیت قول فیصل کی ہے لوگوں کے درمیان جملہ امور و مسائل کے سلسلے میں جن کی بابت ان کے درمیان باہم نزاع اور کشمکش ہو۔

یہی بات قرآن نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں کہی ہے، جہاں اس کتاب کے براہ راست اس کے بھیجنے والے کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ (شوریٰ: ۱۰)

پس جس چیز کے سلسلے میں تمہارا اختلاف ہو، سو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (راجع) ہے۔ وہی میرا صاحب ہے۔ اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اس آیت کریمہ کو بھی علامہ موصوف نے اسی عموم کا حامل قرار دیا ہے:

(وما اختلفتم فیہ فحکمہ الی اللہ) ای مهما اختلفتم فیہ من الامور، وھذا عام فی جمیع الاشیاء (فحکمہ الی اللہ) ای ھو الحاکم فیہ بکتابہ و سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم کقولہ جل وعلا (فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ) (ذلکم اللہ ربی) ای الحاکم فی کل شیء، (علیہ توکلت والیہ انیب) ای ارجع فی جمیع الامور[1]

جس کسی چیز کے سلسلے میں تمہارا اختلاف ہو، سو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (راجع) ہے یعنی جملہ معاملات زندگی سے متعلق، جن امور و مسائل کے سلسلے میں بھی تمہارا اختلاف ہو۔ یہ بات عام ہے تمام چیزوں کے سلسلے میں (فحکمہ الی اللہ) سو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہی اس کے سلسلے میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ اپنی کتاب کے ذریعہ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ، جیسا کہ دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "سو اگر تمہارا جھگڑا ہو کسی چیز کے سلسلے میں تو اسے پلٹاؤ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف" (النساء: ۵۹) (ذلکم اللہ ربی) یہی میرا صاحب ہے۔ یعنی یہی حاکم ہے ہر چیز کے سلسلے میں۔ (اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف پلٹتا ہوں۔ یعنی جملہ معاملات زندگی کے سلسلے میں (اسی کی طرف) رجوع کرتا ہوں۔

۱؎ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۵۷۴

معلوم ہوا کہ آیت زیر بحث میں زندگی کے معاملات و مسائل میں خدا تعالیٰ کے مرجع و حکم [ہو]نے کی جو بات کہی گئی ہے، اس کا دائرہ زندگی کی وسیع جہتوں کو محیط ہے۔ اس لئے کہ اس کی نظر میں [علا]مہ موصوف نے جو آیت کریمہ پیش کی ہے۔ اس کا تعلق زندگی کی تنظیم کے آخری سرے یعنی حکومت [و] سیاست سے ہے جس میں خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کو خدا اور رسول ﷺ کی وفاداری و [اط]اعت کی شرط کے ساتھ اپنے اصحاب امر کی مخلصانہ اور بے لوث اطاعت کا حکم دیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء: ۵۹)

اے ایمان والو کہنا مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا اور اپنے میں سے اصحاب امر کا۔ پس اگر تمہارا جھگڑا ہو کسی چیز میں تو اسے پلٹاؤ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔ یہی زیادہ بہتر اور انجام کار کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔۔

۱؎ حوالہ سابق: ۴/ ۱۰۸

اختلافات میں خدا تعالیٰ کو مرجع بنانے کا مطلب ہے کہ اس کی نازل کردہ آخری
کی طرف رجوع کیا جائے جو قیامت تک کے لئے روئے زمین پر اس کی ایک ہی نمائندہ
اس کی قولی و عملی تبیین و توضیح حق تعالیٰ نے اپنے آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذر
ہے۔ اپنی زندگی بھر کتاب اللہ کے بعد ان اختلافات کا مرجع بہ نفس نفیس آپؐ کی ذات گرا
رہی۔ آپؐ کے بعد یہ کام اس کتاب کی آپؐ کی قولی و عملی تشریحات سے لیا جائے گا جسے
کے نام سے یاد کیا جاتا ہے:

(فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ) ای الی کتابہ (والرسول) مدۃ حیاتہ و بعدہ الی سنتہ [1]

پس اگر تمہارا جھگڑا ہو کسی چیز میں تو اسے پلٹاؤ اللہ کی طرف، یعنی اس کی کتاب کی طرف (اور رسول کی طرف، یعنی اس کی زندگی میں اور اس کے بعد اس کی سنت کی طرف۔

قرآن کی اس مرجعیت کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے جب ہم انسانی زندگی میں اختلا
تضاد کی ابتداء اور اس کے تاریخی تسلسل کے قرآنی موقف پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ قرآن کہ
کہ ابتدائے آفرینش میں انسانی جماعت فکر و عمل کی ایک ہی شاہراہ پر قائم تھی۔ بعد میں ا
کہ مختلف اسباب و عوامل کے تحت لوگوں کے اندر فکر و نظر کے اختلافات رونما ہوئے اور
کے اندر عمل کی راہیں ہر ایک نے الگ الگ قرار دے لیں۔ فکر و عمل کے ان اختلافات کو
انھیں جادہ حق پر استوار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر زمانہ میں اپنے انبیاء بھیجے
وہ کتابیں دیں جن کے ذریعہ اس خدائی مشن کی تکمیل ہوتی رہی۔ انبیائی تاریخ کے تسل
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بنیادی مخاطبین اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان اختل
اور تضادات کا آخری مظہر تھے جنھیں اس گرداب سے نکالنے اور دنیا میں فکر و عمل کی صحیح شاہ
لگانے کے ساتھ آخرت کی ابدی زندگی میں فوز و فلاح سے ہمکنار کرنے کے لئے قرآن
میں وہ نسخۂ شفا عطا کیا جس سے ان کے ساتھ ہی، قیامت تک کے لئے، پوری د
انسانیت کی تقدیر وابستہ ہو گئی۔ اب رہتی دنیا تک کے لئے انسانی زندگی میں فکر و عمل

---

[1] تفسیر الجلالین / ۱۱۱ طبع جدید

اختلافات و تضادات بھی پائے جائیں ان سب کا آخری مرجع و معول یہی کتاب ہے، جسے چھوڑ کر
انسان کبھی راہ حق و صواب سے ہمکنار نہیں ہو سکتا:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

(بقرہ: ۲۱۳)

(ابتداء ابتداء میں دنیا کے تمام) لوگ ایک گروہ (اور ایک ہی طریقہ پر) تھے (بعد میں اختلاف کا شکار ہوئے) پھر اللہ نے نبیوں کو بھیجا خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور ان کے ساتھ کتاب اتاری حق کے ساتھ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے ان تمام معاملات میں جن میں ان کا اختلاف ہے اور یہ جو اختلاف کا شکار ہوئے وہ جنھیں کتاب دی گئی (اہل کتاب یہود و نصاریٰ) تو اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں آئیں۔ آپس کی سرکشی اور دشمنی کی بنا پر۔ تو اب جو لوگ ایمان لائے اللہ نے اس حق کے سلسلے میں جس میں پچھلے لوگ اختلافات کا شکار ہوئے، ان کی (راہ صواب کی طرف) رہنمائی کی۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے راہ صواب کی طرف رہنمائی عطا کرتا ہے۔

اب قیامت تک کے لئے قرآن کا دکھایا ہوا یہی راستہ ہے جسے پکڑ کر انسان اپنی
زندگی میں فکر و عمل کے اختلافات سے بچنے کی صورت نکال سکتا ہے:

وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ

(انعام: ۱۵۳)

اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا، سو تم اس کی پیروی کرو اور دوسری پگڈنڈیوں پر نہ لگو جو اس کی اصل شاہراہ سے ہٹا کر تمھیں لے کر دور نکل جائیں۔

مقدمات کا فیصلہ

اس کے ساتھ ہی قرآن نے اپنا یہ وصف و امتیاز بھی واضح کر دیا ہے کہ کسی محدود
میں وہ صرف ، وعظ و ارشاد ہی کی کتاب نہیں بلکہ وہ قیامت تک کے لئے انسانوں کے د
خدا کی آخری عدالت ہے اور لوگوں کے درمیان ابھرنے والے تمام امور و مسائل اور ان کے
مقدمات و نزاعات کا فیصلہ اب اسی کے مطابق ہونا ہے ۔ ہدایت الٰہی کے اس آخری ایڈیش
کے آجانے کے بعد دوسرے تمام آسمانی صحائف اب منسوخ ہیں ۔ ان صحائف کی دیگر خصو
کے ساتھ انسانوں کے درمیان حکم بننے کی صفت و صلاحیت بھی اب آخری طور پر اس ک
عزیز کے اندر مرکوز ہو گئی ہے ۔ خدائی عدالت اپنی پوری تکمیلی شان کے ساتھ اس کتاب
اندر جلوہ گر ہے ۔ گذشتہ تمام صحف سماویہ کا ست اور نچوڑ اس کتاب کے اندر آگیا ہے اور ا
قیامت تک کے لئے تنہا یہی کتاب ہے جو ان کے اندر ہونے والی انسانی تحریفات اور کھ
اور کھوٹے کے امتیاز کا آخری پیمانہ ہے ۔ اپنی اس حیثیت میں کتاب اللہ کے سامنے آجانے کے
جس طرح کسی خدا بیزار یا اس کی ذات و صفات میں بے اعتدالیوں کے شکار گروہ انسانی
کے لئے اس سے ہٹ کر زندگی کا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا اور اپنے اندر پیدا ہونے
معاملات و مسائل کا فیصلہ کسی دوسری سمت سے طلب کرنا ، محض اس کی ہوا پرستی ،
خواہشات نفس کی اندھی پیروی کا آئینہ دار ہے ، اسی طرح ، اس کتاب کے آجانے کے
توحید و رسالت کے دعویدار کسی گروہ کا اس سے انحراف کا رویہ اپنانا اور اپنے معاملات و مق
کا فیصلہ منسوخ صحائف سے طلب کرنا بھی اسی ایک ہی حقیقت کا غماز ہے کہ یہ لوگ جادۂ ح
ہٹ کر محض اپنی خواہشات و میلانات کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں ۔ آخری رسول صلی اللہ علیہ
کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ اپنے معاملات زندگی میں ان لوگوں کو جو رویہ بھی ہو ، حق
کے اس آخری ایڈیشن کے آجانے کے بعد تمہیں لوگوں کے مقدمات کا جو فیصلہ کرنا ہے ،
کے مطابق کرنا ہے ۔ حق تعالیٰ کا عطا کردہ یہ آخری دستور حیات ہے جس سے قیامت
کے لئے جملہ معاملات زندگی میں سر مو انحراف کی گنجائش نہیں ۔ زمانۂ نزول قرآن میں اہل کتا

مقدمات وہ اپنی اپنی کتابوں کی مرجعیت و استناد کا دعویٰ کرتے ۔ ان کی اس دوہری پالیسی کو
خواہش نفس کا فریب قرار دیتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید ہوئی :

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔

(مائدہ : ۴۸)

اور ہم نے تمہارے اوپر کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ جو مصداق ہے اپنے سے پہلی کتابوں کا اور ان پر نگراں ہے تو اب تم ان کے درمیان فیصلہ کرو ۔ اس (کتاب) کے مطابق جسے اللہ نے اتارا ہے اور تمہارے پاس جو حق آگیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو ۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور طریق زندگی ٹھہرایا ۔ (سو اب اس آخری شریعت کے بعد پچھلی تمام شریعتیں منسوخ ہیں)

مزید فرمایا :

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ

(ایضاً : ۴۹)

اور یہ کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو اس (کتاب) کے مطابق جسے اللہ نے اتارا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچ کر رہو کہ اللہ نے جو تم پر اتارا ہے اس کے کسی حصہ سے باز رکھ کر یہ تمہیں آزمائش میں نہ ڈال دیں ۔ پس اگر اب یہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے بدلے ان کو پکڑ لے ۔ اور سچ ہے کہ یہ اکثر و بیشتر لوگ نافرمان ہیں ۔

فرمایا کہ قرآن کی اس عدالت کو چھوڑ کر یہودیت و نصرانیت کی پناہ پکڑنے کی کوشش

یہود و نصاریٰ کا حال یہ تھا کہ جس معاملے میں انھیں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت کے بجائے جاہلیت کی بارگاہ میں حاضری کے مرادف ہے ۔ بہترین عدالت اللہ کی ہے
سے اپنے حق میں فیصلہ ملنے کی امید ہوتی ، وہاں تو وہ آپ سے رجوع کرتے ، بقیہ معاملاتی تنہا نمائندگی اب یہ قرآن کرتا ہے :

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (ایضاً: ۵۰)

کیا پس یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ اور اللہ سے اچھا فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھیں۔

دوسرے مقام پر بھی قرآن نے اپنی یہ قانونی حیثیت واضح کردی ہے کہ اب قیامت تک کے لئے لوگوں کے درمیان فیصلہ کا یہ ایک ہی ذریعہ ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (النساء: ۱۰۵، ۱۰۶)

ہم نے تمہارے اوپر کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ تاکہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، اس چیز کے ذریعہ جسے اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کاروں کے حمایتی نہ بنو اور اللہ سے مغفرت کے طالب ہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

صاحب جلالین نے بما اراک اللہ سے مراد قرآن ہی لئے ہیں:

(لتحکم بین الناس بما اراک اللہ) اعلمک اللہ فیہ[1]

(تاکہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اس چیز کے ذریعہ جسے اللہ نے تمہیں دکھایا ہے، یعنی جسے اللہ نے تمہیں اس (قرآن) میں بتایا ہے۔

اور بات قرآن ہی کی نہیں ایک خاص دائرے کے اندر سابق آسمانی صحائف کو بھی اسی وصف کا حامل قرار دیتا ہے۔ توراۃ جس کے لفظی معنی ہی قانون اور شریعت[2] کے ہیں کے سلسلے میں قرآن کہتا ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ

ہم نے تورات اتاری، جس کے اندر (اپنے وقت میں تمام معاملات زندگی سے متعلق)

۱ تفسیر الجلالین / ۱۲۱ طبع جدید

۲ تفسیر المنار: ۳/ ۱۵۵۔ نیز ۶/ ۳۶۸

أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (مائدہ: ۴۴)

ہدایت اور روشنی تھی۔ اس کے ذریعہ (عرصہ دراز تک) انبیاء جو مطیع فرمان تھے (تمام طرح کے معاملات کے فیصلے کرتے رہے۔ ان لوگوں کے لئے جو بعد میں یہودی بن گئے۔ اسی طرح (ان کے بعد اس قوم کے) علماء و ربیان (یہ خدمت انجام دیتے رہے) اس لئے کہ انھیں اللہ کی کتاب کا محافظ اور نگران بنایا گیا تھا۔ اور وہ (دنیا و آخرت ہر جگہ) اس پر گواہ تھے۔

آگے اس کی حاکمانہ حیثیت کا ایک نمونہ بھی پیش کیا ہے جسے اسلام نے اپنے ہاں وں کا توں قبول کرلیا ہے اس تاکید کے ساتھ کہ جو کوئی اس خدائی فیصلہ سے روگردانی کرے وہ خت بے انصافی کا مجرم ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (ایضاً: ۴۵)

اور ہم نے ان کے (یہود کے) اوپر اس میں لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔ اسی طرح زخموں کا (برابر سرابر) بدلہ (وقصاص) ہے۔ پس جو کوئی اس کا صدقہ کردے (یعنی اپنے پر کی گئی زیادتی کے یا اس کے کسی حصے کو معاف کردے اور اس سے دست بردار ہو جائے) تو یہ اس کے لئے (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہے اور جو کوئی فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق جو اللہ نے اتارا ہے تو یہی لوگ بے انصاف ہیں۔

اسی طرح انجیل اپنے اندر حکمت وموعظت کا غالب پہلو رکھنے کے باوجود، احکا
قوانین سے خالی نہ تھی اسی لئے اس کے ماننے والوں کو اپنے معاملات ومقدمات کو اس کے
فیصل کرنے کی تاکید کی گئی:

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

اور چاہیے کہ انجیل والے فیصلہ کریں اس کے مطابق جو اللہ نے اس میں اتارا ہے، اور جو کوئی فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق جو اللہ نے اتارا ہے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔

(مائدہ: ٤٧)

تورات کی یہ خصوصیت قرآن نے اس سے پہلے ہی بیان کردی تھی۔ یہود کا حال
وہ تورات کے احکام سے بچنے اور اپنے لئے رعایتوں کی امید میں آخری رسول اللہ صلی اللہ
کی عدالت کا رخ کرتے تھے۔ اسی پس منظر میں ارشاد ہوا:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

اور کیسے وہ تم کو ثالث بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا فیصلہ (صاف) موجود ہے۔ پھر اس کے بعد بھی وہ روگردانی کا راستہ اپناتے ہیں اور یہ ایمان رکھنے والے نہیں۔

(مائدہ: ٤٣)

تورات کا یہ وصف کہ وہ ہدایت وروشنی کا سامان (ہدی ونور) ہے، ابھی گذرا، ا
کا بھی یہ وصف قرآن نے بیان کیا ہے:

وَقَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ

ان (نبیوں) کے پیچھے ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی تورات کا مصداق تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی ہے (اس وقت کے تمام معاملات سے متعلق) اور وہ مصداق ہے اپنے سے پہلے کی تورات کی اور وہ ہدایت اور نصیحت ہے ڈر رکھنے والوں کے لئے۔

(مائدہ: ٤٦)

ان دونوں مقامات پر ہدایت اور نور کے معنی ان دونوں کتابوں کا جامع احکام ہونا ہے:

(ھدی ونور) ھدی من الضلالۃ وبیان للاحکام [1]

(ہدایت اور روشنی) یعنی ہدایت گمراہی سے اور (اپنے وقت کے لئے جملہ معاملات زندگی سے متعلق) احکام وقوانین کی وضاحت۔

صاحب المنار نے یہی بات مزید وضاحت سے کہی ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (مائدہ: ٤٤) ......

"ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے"

ای انا نحن نزلنا التوراۃ علی موسیٰ مشتملۃ علی ھدی فی العقائد والاحکام خرج بہ بنو اسرائیل من وثنیۃ المصریین وضلالہم، وعلی نور ابصروا بہ طریق الاستقلال فی امر دینہم ودنیاہم [2]

یعنی ہم نے موسیٰ پر تورات اتاری جس کے اندر عقائد واحکام ہر ایک کی ہدایت موجود تھی جس کے ذریعہ بنی اسرائیل مصریوں کی بت پرستی اور گمراہی سے نکلنے میں کامیاب ہوئے اسی طرح اس کے ذریعہ (انھیں وہ روشنی حاصل ہوئی جس سے انھوں نے دین ودنیا ہر ایک کے معاملات میں استقلال وثابت قدمی کی راہ دیکھی)۔

جہاں تک قرآن کا سوال ہے اس نے اپنی یہ خصوصیت روز اول ہی سے واضح
کی تھی:

يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

(یہ) رسول پاک نوشتوں کی تلاوت کرتا ہے جس میں انتہائی مضبوط احکام ہیں۔

(بینۃ: ٢-٣)

---

[1] تفسیر الجلالین / ١٤٤، ١٤٥ – طبع جدید

[2] تفسیر المنار ٦/ ٣١٧

عدل و انصاف کا قیام

قرآن کا آخری نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں بے لاگ طریقے پر عدل وا... کے قیام کے لئے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت یہ قرار دی ہے کہ وہ رہتی دنیا تک ... عدل و انصاف کی ترازو ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ	اللہ ہی ہے جس نے کتاب اتاری حق
بِالۡحَقِّ وَالۡمِیۡزَانَ وَمَا یُدۡرِیۡکَ	کے ساتھ اور میزان۔ اور تمہیں کیا پتہ،
لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیۡبٌ ٥	ہو نہ ہو قیامت بہت قریب ہو۔

(شوریٰ: ۱۵)

آیتِ کریمہ میں 'میزان' کے معنی عدل و انصاف کے ہیں۔ علامہ ابن جریر طبری ... کی یہی تفسیر بیان کی ہے:

یقول تعالیٰ ذکرہ اللہ الذی	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اسی کی ذات ہے کہ
انزل ھذا الکتاب یعنی القرآن	جس نے یہ کتاب یعنی قرآن اتارا ہے حق کے
بالحق والمیزان یقول وانزل	ساتھ اور میزان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
المیزان وھو العدل لیقضی	اور اس نے میزان اتارا" اور یہ عدل ہے
بین الناس بالانصاف ویحکم	تاکہ وہ لوگوں کے درمیان (معاملات کو)
فیھم بحکم اللہ الذی امر	انصاف سے چکائے۔ اور ان کے سلسلے
بہ فی کتابہ[1]	میں اللہ کے اس حکم کے مطابق فیصلہ کرے
	جس کا کہ اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر 'الکتاب' میں قرآن کے ساتھ بقیہ کتب سماویہ کو شامل کرنے ... 'میزان' کی یہی تشریح کرتے ہیں:

(انزل الکتاب بالحق) یعنی	اُس نے کتاب اتاری حق کے ساتھ" یعنی
الکتب المنزلۃ من عندہ	وہ تمام کتابیں جو اس کی طرف سے اس کے

[1] جامع البیان: ۲۵/ ۱۲

علیٰ انبیائہ (والمیزان) وھو	نبیوں پر اتاری گئیں۔" اور میزان" اور یہ
العدل والانصاف[1]	عدل و انصاف ہے۔

اس صدی کے عظیم مفسرِ قرآن مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہٗ 'الکتاب' سے مراد قرآن ... 'المیزان' کو اس کا بیان قرار دیتے ہیں اور اس کے معنیٰ میزان عدل بتائے ہیں[2]۔ یہی بات سورۂ ... میں بڑے وجد انگیز انداز میں کہی گئی ہے۔ جس کا آغاز 'قرآن سکھانے' کے عظیم انعام الٰہی سے ... اور اس تمہیدی سلسلۂ بیان کا خاتمہ دنیا میں میزان کے قیام اور اس کے عملی نمونے پر سختی سے کاربند ... نے کی تلقین پر ہوتا ہے:

اَلرَّحۡمٰنُ ٥ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ٥	رحمٰن، جس نے قرآن سکھایا۔ انسان
خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ٥ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ٥	کو پیدا کیا اور اس کو گویائی عطا کی۔ سورج
اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ٥ وَّالنَّجۡمُ	اور چاند ایک اندازے کے پابند ہیں اور
وَالشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ٥ وَالسَّمَآءَ	ستارے اور درخت سجدہ ریزی کرتے ہیں۔
رَفَعَہَا وَوَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ٥ اَلَّا تَطۡغَوۡا	آسمان کو اس نے بلند کیا اور ایک میزان رکھا
فِی الۡمِیۡزَانِ ٥ وَاَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ	(جس سے وہ حکم الٰہی کا پابند ہے) (اسی طرح
وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ٥	اس نے دنیا کے نظام کے لئے میزان رکھا اور
(آیات: ۱-۹)	حکم دیا کہ لوگو) (اس میزان عدل کے مظہر
	ترازو میں سرکشی کی راہ نہ اپناؤ۔ ناپ تول
	کو انصاف سے ٹھیک رکھو اور ناپ
	تول میں کبھی کمی نہ کرو۔

سورۂ رحمٰن انعامات الٰہی کے بیان کی سورہ ہے، جس کا آغاز سراپا رحمتِ ذات الٰہی ... اس صفت کے اولین مظہر 'قرآن کی تعلیم' سے ہوا ہے۔ جس کی عظمت اور اہمیت کے ... نظر اس کے بیان کو انسان کی پیدائش پر بھی مقدم رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد اس 'رحمت' ... مخاطب اول 'انسان' کا ذکر ہوا۔ حق تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ سے استفادہ و فیض یاب ہونے

[1] تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۱۱۰

[2] تدبر قرآن: ۶/ ۱۵۷ طبع دوم

کے لئے فہم و ادراک اور عقل و شعور کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ان صلاحیتوں کی
اور مظہر "قوتِ گویائی" (بیان)، کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد کائنات میں برپا اللہ تعالیٰ کی دوسری
کی طرف توجہ دلائی، جن میں سرفہرست سورج اور چاند ہیں جو ایک متعین رفتار اور مدار پر گردش
ہیں جس سے علاوہ ان کی اور منفعتوں کے دنوں اور تاریخوں کے تعین کی عظیم ترین
اور تمدنی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ چاند اور سورج اپنی اس مفوضہ ذمہ داری کی ادائیگی سے
تعالیٰ کی تابعداری اور اس کے حضور اپنی معنوی سرفگندگی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، تو آسمان کے
اور زمین کے درخت بھی مختلف انداز سے انسانوں کی نفع بخشی کی خدمت انجام دے کر،
کی متعین رفتار اور ان کا انسانوں کے لئے دلیل راہ کام دینا، درختوں کا انسانی تمدن کی مختلف
ضروریات کا پورا کرنا، اسی طرح ان کے سائے کی متعین سمت، خدا کے حضور اپنی تکوینی سجد
کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ اسی طرح آسمان کی بلندی اور مضبوطی اور اسی طرح کی اس کی دوسری خصوصی
زمین پر انسانی وجود کی بقا کی ضامن ہیں۔ کائنات کے اندر اللہ تعالیٰ کے ان عظیم انعامات
انسانی وجود کے بقا کے ان مادی اہتمامات کی تفصیل کے بعد، ان سب میں بڑھ کر اس کے عظ
"معنوی اہتمام" کی طرف توجہ دلائی، جس کے ذریعہ ہی روئے زمین پر حقیقی معنوں میں انسانی
بقا کا انحصار ہے۔ یعنی میزان عدل و انصاف کی ترازو "والسماء رفعها و وضع المیز
جس کے بغیر اس کائنات کا اخلاقی اور معنوی طور پر اسی طرح درہم برہم ہو جانا یقینی ہے
کہ مثال کے طور پر اس صورت میں جب کہ اس کائنات سے تکوینی طور پر خدائی حفاظت اور
اٹھ جائے۔ عدل و انصاف کا یہی بے لاگ پیمانہ ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے[1]
کے ہمہ گیر تقاضوں کی پوری تفصیل اس نے اپنے صفحات میں بیان کی ہے۔ (جیسا کہ سورہ
ہی میں اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے) انسانی زندگی میں اس عدل و انصاف کے قیام کا او
لوگوں کا باہمی لین دین میں، ناپ تول کے معاملہ میں ٹھیک اور درست راستہ پر قائم رہنا
کسی بھی انسانی سماج میں عدل و انصاف کے چلن کے ناپنے کا یہ ایک ہی پیمانہ ہے جو
دیتا ہے کہ زندگی کے دوسرے معاملات میں اس کے ہاں ان اعلیٰ قدروں کی کتنی آبیاری ہو
.... اس خاص دائرے میں عدل و انصاف فراہم کرنے سے قاصر ہوگا۔ زندگی کے د

[1] تدبر قرآن: ۷/ ۱۳۰

دائروں میں اس کا یہ قصور بدرجۂ اولیٰ نمایاں ہوگا۔[1] حافظ ابن کثیر نے اس مختصر تفسیر میں یہ بات
پوری کہہ دی ہے:

(والسماء رفعها و وضع المیزان) یعنی العدل کما قال تعالیٰ (لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط) وهکذا قال هٰهنا (الا تطغوا فی المیزان) ای خلق السمٰوات والارض بالحق والعدل لتکون الاشیاء کلها بالحق والعدل، ولهٰذا قال تعالیٰ (واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان) ای لا تبخسوا الوزن بل زنوا بالحق والقسط کما قال تعالیٰ (وزنوا بالقسطاس المستقیم)[2]

"وہ آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان (ترازو) رکھا۔" یعنی عدل و انصاف جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (پیمانہ) اتارا تاکہ لوگ (زندگی میں) عدل و انصاف کو قائم کریں۔ اسی طرح یہاں فرمایا کہ (الا تطغوا فی المیزان) "یہ کہ تم میزان (پیمانہ) میں سرکشی نہ کرو" یعنی کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ (اس طرح دنیا کی) تمام چیزیں حق و عدل کی آئینہ دار بن جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم ناپ تول کو انصاف سے ٹھیک ٹھیک رکھو اور ناپ تول میں کمی نہ کرو یعنی کہ ناپ تول میں ڈنڈی نہ مارو بلکہ حق و انصاف کے ساتھ تولو جیسا کہ اللہ نے دوسرے موقعہ پر فرمایا: اور ٹھیک ٹھیک تول سے تولو۔ (وزنوا بالقسطاس المستقیم) [اسراء: ۳۵]

سورۂ حدید میں قرآن حکیم کے علاوہ بقیہ تمام کتب سماویہ کا بھی نمایاں ترین وصف

[1] حوالہ سابق
[2] ابن کثیر: ۴/ ۲۷۰

سہی عدل والنصاف بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کے ساتھ کتاب کے ساتھ میدان میں پیچھے رہ کر دنیا و آخرت میں ذلت ورسوائی کو اپنا مقدر بناتے ہیں :

الصاف، (میزان)، کو اتارا۔[۱] جس کا ابتدائی عملی نمونہ ناپ و تول، وہ پیمانہ (میزان) ہے جس

لوگ آپس میں عدل والصاف کے ساتھ لین دین کرتے اور اس طرح زندگی کے بقیہ

ومعاملات میں اس کی ضمانت حاصل کرتے ہیں۔[۲] عدل والنصاف کے اس پیمانے کو اتار

مقصد اللہ تعالیٰ نے یہ قرار دیا کہ لوگ جملہ معاملات زندگی میں بے لاگ طریقے پر حق و ا

کو قائم کریں۔ زندگی کے تمام دائروں سے ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے اور زمین پر

ہر سطح پر عدل والنصاف کا بول بالا ہو جائے :

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالۡغَیۡبِ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ

(حدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا جس کے اندر سخت جنگی قوت ہے (اور اس کے علاوہ) لوگوں کیلئے طرح طرح کے فائدے ہیں (تاکہ دنیا کے اندر حق و باطل کا معرکہ برپا ہو) اور اللہ پرکھے کہ کون ہیں جو اس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں رہتے ہوئے مدد کرتے ہیں۔ بے شک اللہ قوت والا، غالب ہے۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ۔

(حدید : ۲۵)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (پیمانہ) اتارا تاکہ لوگ (دنیا میں) عدل والصاف قائم کریں۔

اگر آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں جن کی زندگی انبیائی

…شن کی تکمیل کا نقطۂ کمال ہے تو آپ کی لائی ہوئی کتاب بھی آسمانی صحائف کا آخری ایڈیشن

…جس نے انسانی زندگی میں عدل والنصاف کی آبیاری اور ظلم و ناانصافی کے خاتمہ کو اپنے اندر

قرآن کو انسانی زندگی میں عدل والنصاف کی یہ آبیاری اس قدر عزیز ہے کہ وہ اسی طور پر سمو رکھا ہے۔ اب قیامت تک کے لئے دنیا میں عدل والنصاف کا چلن ہونا ہے تو وہ

محض وعظ و تلقین اور تذکیر و نصیحت پر اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ اگر مخالف طا… آخری صحیفۂ محمدی کے ذریعہ ممکن ہے، عدل والنصاف کے مضامین اپنی آخری تکمیلی شان کے

وناانصافی کی روش پر اڑی ہوں اور دنیا کے اندر اسی بے انصافی وحق تلفی کا چلن عام کا… ساتھ اس میں جلوہ گر ہیں۔ حق و صداقت کا یہ وہ آخری لازوال خزانہ ہے جس سے منہ موڑ کر انسانی

ادھر ادھر ہو تو اس صورت میں اسلام مسلح جدوجہد کے ذریعہ ان کا سر کچل دینے کی تلقین …گی میں ان اعلیٰ قدروں کی آبیاری کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا :

بزور شمشیر ان کی شوکت کو پامال کر دیا جائے یہاں تک کہ دنیا سے ظلم و ناانصافی کا خ…

اور زمین کا چپہ چپہ عدل والنصاف کا کلمہ گو ہو جائے۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے ال…

کتاب اور میزان کے ساتھ لوہے کو اتارا جس کے اندر علاوہ بے شمار انسانی اور تمدنی…

خاص طور پر جنگی قوت کی صلاحیت ہے، فرمایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ بعثتِ انبیاء…

مقاصد سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی زندگی میں اس کے لازمی مواقع لاکر سچے اہل…

امتحان کرتا ہے کہ کون لوگ ہیں جو غیب میں وہ کر اور بن دیکھے اس مقدس جنگ میں…

کا ساتھ دے کر دنیا و آخرت میں اپنی سرخروئی کا سامان کرتے ہیں۔ اور دوسر…

وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

(انعام : ۱۱۵)

اور (اب قرآن کی صورت میں) تیرے رب کی بات سچائی اور عدل میں اوج کمال کو پہنچ گئی ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

اس آیتِ کریمہ کا مصداق آخری طور پر یہی قرآن حکیم ہے اور یہ اسی کتاب کے صفحات عالیہ …ان ہے جب کہ اس سے پہلے کا سلسلۂ کلام اسی سے متعلق ہے :

اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا وَّہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکُمُ الۡکِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّکَ

کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو حکم اور ثالث بنانا چاہوں جب کہ وہی ہے جس نے تم تک (جملہ معاملات زندگی سے متعلق احکام و ہدایات پر مشتمل) تفصیلی کتاب اتاری ہے۔ اور جنھیں

۱؎ ابن کثیر : ۴/۳۱۴، تفسیر الجلالین، ۷۲۳ طبع جدید

۲؎ ابن جریر : ۲۷/۱۲۲

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (انعام: ۱۱۴)

(تم سے پہلے) ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے نازل کردہ حق کے ساتھ ہے۔ سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

انسانی زندگی کی تنظیم اور اس کے نظم و استحکام کے سلسلے میں جو وسیع ترین تعلیما[ت] قرآن نے دی ہیں اور انسان کی ہمہ جہتی فلاح پر مشتمل جو جامع نظام زندگی وہ عطا کرتا ہے ا[س] کا مرکزی نکتہ اسی عدل و انصاف کی آبیاری اور اس کا قیام و استحکام ہے۔ یہی بنیادی محور جس کے گرد اس کی اجتماعی تعلیمات کا پورا نظام گردش کرتا ہے۔

ہندوستان میں اسلامی کتابوں کا
ایک بڑا مرکز
مکتبہ ذکریٰ۔ رام پور یوپی

ہندوستان میں اہم دینی مراجع اور مدارس کی درسیات
کے لئے ہمیشہ یاد رکھیں
اصلاحی کتب خانہ
دیو بند

کلامیاتِ قرآن
مولانا عبدالباری فلسفیؒ کے اشارات

ڈاکٹر عبیداللہ فراہی

معقولات بالخصوص فلسفۂ جدیدہ میں مولانا عبدالباری صاحب کا نام محتاج تعارف نہیں۔ سید صاحب ...ان کے متعلق لکھا ہے کہ "ہماری جماعت میں پروفیسر عبدالباری ندوی (معلم فلسفہ جدیدہ، حیدرآباد، دکن) ...بڑھ کر فلسفۂ جدیدہ کا کوئی ماہر نہیں"۱؎ مولانا نے دورِ جدید کے مغربی فلاسفہ مثلاً ڈیکارٹس، برکلے، ہیوم اور ...ٹ وغیرہ کی بعض کتابوں کے ترجمے کئے جو بہت مقبول ہوئے۔ ان کی آخری تصنیف "مذہب اور سائنس" ...۔ اس کے بعد وہ "کلامیات قرآن" کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھنا چاہتے تھے لیکن عمر نے وفا نہ ...ور مولانا کی یہ آخری خواہش دل ہی میں رہ گئی۔ انتقال (۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء) کے کچھ دنوں بعد جب مولانا کے ...ترکہ کا جائزہ لیا گیا تو اس میں اس موضوع سے متعلق کوئی باقاعدہ تحریر نہ مل سکی۔ البتہ بعض قرآنی الفاظ کے ...ت کچھ مختصر اشارات اور بحثیں دو چھوٹی کاپیوں اور چند منتشر اوراق میں ملیں۔ اس میں بڑا حصہ متعلق آیات کا ہے ...یں مولانا نے غالباً دوران تحریر استفادہ کے لئے جمع کیا تھا۔ ذیل کی سطور میں انہی اشارات کو کسی قدر ...ب اور ضروری حواشی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق قرآن مجید تمام تر وحی الٰہی اور منزل من اللہ ہے۔ مولانا نے ایک جگہ ...ائصِ وحی" کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت "وحی" اور "تنزیل" کے معنی میں خاص و عام کا ...بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ "وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں"۔ اس ضمن میں قرآن کی اس آیت سے ...ستشہاد کیا ہے:

۱۔ أَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا
وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۲؎

۱؎ ...یرۃ النبی جلد سوم، تالیف: علامہ سید سلیمان ندوی (مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء) دیباچہ طبع اول ص ۱-۲
۲؎ نحل: ۶۸

۲۔ اوحی الی الارض[1]

نیز یہ کہ وحی "خدا کے ساتھ مخصوص نہیں" اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ
يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا[2]

"تنزیل" کے متعلق لکھتے ہیں کہ "تنزیل انبیاء کے ساتھ خاص معلوم ہوتی ہے اور من اللہ ہی
ہے بخلاف وحی کے کہ نہ وہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور نہ اس کا من اللہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔ البتہ جو
وہ من اللہ ہو تو انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس کی نوعیت حق اور غیر مبدل وغیرہ ہونے میں وہی
ہے جو تنزیل کی۔ آگے لکھتے ہیں کہ "غیر تنزیلی علم محض ظن وخرص ہوتا ہے"۔

انبیاء کے حق میں کسی غیر تنزیلی علم کے مولانا قائل نہیں اور نہ ان کے اندر کوئی مخصوص حاسہ
ہی تسلیم کرتے ہیں جس سے علم حقیقی تک ان کی رسائی ہو سکے جیسا کہ ابن سینا اور امام غزالی وغیرہ کا خیال
چنانچہ فرماتے ہیں کہ "حکماء، متکلمین اور صوفیہ کے کلام سے بالعموم ایسا مترشح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم ا
میں قوت قدسیہ، قوت ملکیہ وغیرہ کوئی ایسی مستقل طاقت یا حاسہ ہوتا ہے جس سے ان کو غیبیات کا ع
حاصل ہوتا رہتا ہے اور یہی گویا وحی ونبوت کی حقیقت ہے۔ لیکن قرآن مجید سے ایسا مفہوم ہوتا ہے
عمل واخلاق کے کمال سے قطع نظر کر کے جہاں تک نفس علم کا تعلق ہے انبیاء کو عام انسانی ذرائع علم
علاوہ مستقلاً کوئی ایسا ناقابل خطا، کلی ذریعۂ علم حاصل نہیں ہوتا جس سے غیوب پر ان کو اطلاع ہ
ہو۔ بلکہ وحی وتنزیل کے ذریعہ جس وقت جس شے پر مطلع کیا جاتا ہے صرف وہی اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ
ہوتا ہے اور اس لئے صرف وہی قطعی ہوتا ہے۔

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ قوت مکاشفہ جو بالعموم صوفیہ یا غیر صوفیہ بلکہ غیر مومنین تک میں بعض لوگ
کم یا زیادہ پائی جاتی ہے وہ انبیاء میں بھی ہوتی ہو اور زیادہ اعلیٰ ہوتی ہو لیکن وہ بہر حال کوئی قطعی نہ
ایک ظنی ذریعۂ علم ہے۔

لہذا نبوت کی حقیقت کوئی کلی طاقت نہیں بلکہ جزئی تعلیم الٰہی ہے جو نہ ہر شخص کو حاصل ہو سکے
نہ ہر امر میں بلکہ صرف ان اشخاص کو ان امور میں حاصل ہوتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔
باقی اللہ تعالیٰ کی تعلیم یا وحی وتنزیل کی کیا نوعیت ہوتی ہے اس کو صرف وہی جانتا ہے اور

[1] غالباً آیت "بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا" کی طرف اشارہ ہے۔ زلزلہ: ۵۔ [2] انعام: ۱۱۲

ہے جس پر وحی آئی ہے۔ انسان کا سارا علم تمثیل پر مبنی ہے جس شے کی مثال نہیں اس کا علم کیسے ہو سکتا
بلا مثال کے بھی صحیح علم نہیں ہوتا"۔

قرآن مجید منزل من اللہ ہونے کے سبب چونکہ اپنی تعلیم میں قطعی ہے اس لئے رشد وہدایت کے باب
رف وہی معتبر اور یقینی ہے اور تعلیم کے معنی ہدایت دینے ہی کے ہوتے ہیں۔ جب یہ ہے تو وہ تمام تر رحمت
ت ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ سے حصول علم وہدایت کے لئے آغاز ہی میں اس بات کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا
جو راہ ہدایت کے موانع کو دور اور رحمت الٰہی کو متوجہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں مولانا لکھتے ہیں:

"کسی مقصد ومنزل کو پانے کے لئے سب سے مقدم راستہ کے موانع کو دور کرنا ہوتا
ہے۔ قرآنی کتاب ہدایت کی راہ مارنے والا سب سے بڑا شیطان ہے۔ اس لئے قرآن
کو ہدایت یابی کی نیت سے پڑھنے سے قبل شیطان یا شیطانی وساوس سے استعاذہ
ضروری ہے — اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ"۔ "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ
بِاللّٰهِ[1]" پھر جس ذات نے اس کو انسانی ہدایت کے لئے بھیجا اس کی عام وخاص
شان رحمانیت ورحیمیت کو متوجہ کرنے کے لئے اسی کے نام سے کتاب کا آغاز
"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے ہوا۔

یہی انسان کی صحیح عقل اور فہم سلیم کا تقاضا اور معمول بھی ہے کہ وہ کسی مقصد کی خاطر مشکوک
خطر راستہ سے تا بہ امکان زیادہ سے زیادہ دور رہ کر صاف وسلامتی سے زیادہ سے زیادہ قریب
ب یا راستہ کو اختیار کرتا ہے۔ خواہ وہ دور ہی کا راستہ ہو۔ راہ راست برو اگرچہ دور است"۔

سرنامۂ کتاب "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی "ب" کو مولانا نے برکت وعظمت، اکرام و
اور سند واقتدار کے لئے بتایا ہے۔ پھر "اسم" کے متعلق لکھا ہے کہ "تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ"
اللہ بھی متبارک ہوگا۔ قولہ تعالیٰ "تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ[2]" میں ذی الجلال
ام رب کی صفت ہے لہذا اسم، جلال وجمال (اکرام) دونوں کی طرف مشیر ہے۔ ربوبیت کی وجہ سے
کے نام یعنی اللہ میں جلال واکرام پیدا ہو گیا ہے اور چونکہ وہ رب العالمین ہے اس لئے عالمین یا کائنات
بڑی چھوٹی انفس وآفاق کی چیز پر یہ اسم یا نام پیش کیا جائے یا اس کے سامنے لیا جائے تو وہ اس
ت وجلال اور عزت واکرام کے آگے خاضع وساجد ومطیع ہو جائے جس طرح کسی بادشاہ کی مملکت

[1] نحل: ۹۸ [2] رحمٰن: ۷۸

میں اس کا نام ادنیٰ و اعلیٰ سب کے لئے عظمت و سند اور جلال و اکرام کا باعث ہوتا ہے اور اس کا ... لے کر سب سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ساری کائنات سے استعا... اور استخدام ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر چھوٹے بڑے کام میں کامیابی، رہنمائی اور برکت کے لئے "بسم اللہ" ... چاہیئے پھر وہ کام ہو تو ٹھیک نہ ہو تو ٹھیک۔

ذات "اللہ" کا علم و تصور ممکن نہیں اس لئے اسم ذات اور صفات ہی کے ذریعہ اس کو ... زندگی بنا لیا جا سکتا ہے اور کسی شے کا نام دراصل اس شے ہی کی یاد کے لئے ہوتا ہے"۔

"اللہ" کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"اللہ:۔ اسم ذات جو اپنی ذات میں غنی عن العالمین ہے۔ یعنی مرتبۂ ذات و ہویت میں اس کی غیر اللہ کے ساتھ کوئی نسبت و اضافت نہیں۔ باقی اسماء، مخلوقات یا غیر اللہ کے ساتھ اس ذات کی اضافات اور نسبتوں ہی کو ظاہر کرتے ہیں۔ رحمٰن و رحیم کے لئے مرحوم، رب کے لئے مربوب اور رازق کے لئے مرزوق وغیرہ کا تعلق ضروری ہے۔[۱] لیکن ساتھ ہی جس طرح ذات جامع صفات ہے اسی طرح اسم ذات جامع اسماء صفات ہے"۔

"اللہ" "اِلٰہ" سے ہے مولانا نے اس کے چار مفاہیم بیان کئے ہیں (۱) بندگی و عبادت (۲) تحیّر (۳) باعتبار علم ذات (۳) مرجعِ سکون قلب (۴) ملجأ و پناہ۔[۲] لیکن ان مفاہیم کی رعایت سے ال... کی تشریح کرنے کے بجائے مولانا نے بعض تاریخی حقائق بیان کرنے ہی پر اکتفا کیا ہے:

"اِسی اِلٰہ پر الف لام داخل ہو کر اللہ بنا جو زمانۂ جاہلیت ہی سے لغت میں خالق ارض و سما کیلئے بطور اسمِ ذات کے مستعمل تھا اور غیر اللہ کے لئے اس کا استعمال قطعاً

---

[۱] عبد اور معبود کے درمیان نسبت و تعلق کو ظاہر کرنے کا یہ انداز بڑی حد تک وحدۃ الوجودی معلوم ہوتا ... میں نقصان یہ ہے کہ خدا اپنی صفات میں محتاج الی الغیر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن عربی کا خیال ہے کہ "خدا ... دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں کوئی کسی سے مستغنی نہیں۔ عالم اپنے وجود کے سلسلہ میں اور خدا ... کے ظہور کے معاملہ میں۔ دیکھئے شرح فصوص الحکم، مولانا جامی (مطبع فیض بخش فیروزپور ۱۹۰۷ء) ص ۴۶-۴۷ نیز ...

[۲] یہ مفاہیم امام راغب کی مفردات سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں، دیکھئے المفردات فی غرائب القرآن ... مصر ۱۳۲۴ھ ص ۲۰، ۳۰

نہ تھا، "وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ"[۱] ... یہود و نصاریٰ کے پاس ذات کے لئے کوئی نام نہیں رہ گیا تھا۔ اِلٰہ یا عبرانی کا ایل جو اسرائیل ... وغیرہ میں ہے، یہ سید، حاکم، جبار، عفریت سب کے لئے بولا جاتا تھا اور اسے بطور جمع استعمال ... تھے۔ زبور میں ہے "وہ اِلٰہوں کے درمیان عدالت کرتا ہے"[۲] حکام کو بھی اِلٰہ کہتے تھے۔ توراۃ میں ... "وہ ہارون، تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ تیرا منھ ہوگا اور تو (موسیٰ) اس کا ... ہوگا"[۳] حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون کو محکوم یا تابع کہنے کے لئے ان کو اِلٰہ کہا گیا۔

یہود میں ذات اللہ کے لئے یہوہ کا لفظ تھا جس کے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ اس کو وہ عام ... استعمال کرنا بھی جائز نہیں رکھتے تھے۔ اس پر اعراب تک نہ لگاتے تھے تاکہ لوگ اس کا صحیح طور پر ... نہ کر سکیں۔ جماعت کے سامنے سال میں صرف ایک مرتبہ نام لیتے تھے۔ اسی کو اسم اعظم خیال کرتے ... اور کیا محرومی ہے کہ اس ہوائی اور خود ساختہ عظمت کی بدولت اللہ کے نام ہی سے محروم ہو بیٹھے۔"[۴]

اللہ کے بعد اس آیت میں جو دو اسماءِ حسنیٰ "رحمٰن" و "رحیم" آئے ہیں ان کے معنی و مفہوم کی ... حت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "رحمٰن" کا تعلق اس قسم کے امور رحمت سے معلوم ہوتا ہے جو انسان ... ہونے سے قبل اس کو ذات و صفات عطا کرنے، اس کی بقا و حفاظت وجود اور اس کی ربوبیت ... تکمیل انسانیت کے اسباب فراہم کرنے بلکہ ساری کائنات فطرت کو اس کے لئے خلق فرمانے میں ... الٰہی ہے اور رحیم سے وہ مظاہر رحمت جو بعد مکلف ہونے کے اطاعت و عبادت وغیرہ حقوق توحید ... کے ادا کرنے یا اس کی الوہیت و ربوبیت کے ایمان و اقرار اور اعمال صالحہ پر مرتب ہوتے ہیں ... طرح والدین کی رحمت کے ایک تو وہ افعال ہیں جو بچے کے سن شعور کو پہونچنے سے قبل اس کی تولید ... کا سامان ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جن کا سن شعور کے بعد اطاعت و فرماں برداری اور والدین ... شناسی پر ترتب ہوتا ہے۔

بالفاظ مختصر "رحمٰن" کا تعلق سلسلہ ربوبیت (جس میں وجود بخشی بھی شامل ہے) کی رحمتوں سے ہوتا ہے اور "رحیم" کا رب شناسی کے سن کو پہنچ کر حقوق ربوبیت کے اعتراف و ادائی سے"۔

رحمٰن و رحیم کی اصل "رحم" کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "رحم کی حقیقت بلا طلب و استحقاق

زمر: ۳۸ [۲] زبور، تیسری کتاب ۸۲-۱؛ [۳] خروج ۴: ۱۶ [۴] غالب گمان ہے کہ یہ بحث مولانا ... تفسیر آیت بسم اللہ سے ماخوذ ہے۔ دیکھیے فاتحہ تفسیر نظام القرآن (مطبعۃ الاصلاح، الہند) ۱۳۵۷ھ ص ۳۹-۴۰

ایصالِ خیر و دفعِ شر، بخشش و عطا اور اعانت و احسان ہے۔ ظاہر ہے کہ کائنات اور انسان کسی کو بھی وصفات کسی سابق طلب اور استحقاق کی بنا پر نہیں عطا ہوئے ہیں۔

پھر رحمت کی دو صورتیں، خاص و عام بتائی ہیں جس میں ماقبل الذکر ہی کی مزید توضیح و تشریح

"۱۔ عام عطاء وجود وصفات ۲۔ خاص ترتب نتائج و ثمرات۔ یا عام جو دوران ربوبیت میں سامانِ پرورش فراہم کرتی ہیں اور خاص جو ان سامانوں اور ربوبیت کے ثمرات و نتائج کو ضائع نہیں فرماتیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ[۱]۔ مثلاً درخت کی پرورش بھی ہو، اس کے ثمرات بھی ظاہر و پیدا ہوں پھر ان ثمرات کو ضائع و برباد کر دیا جائے یا رحمت عامہ جو مومن و کافر، عاصی و فرماں بردار سب کو عام ہو اور رحمت خاصہ جو مومن و مطیع کے ایمان و اطاعت پر مرتب ہو اور اس کو ضائع نہ ہونے دے۔ کَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا[۲] رحمت میں وسعت جبھی ہو سکتی ہے کہ وہ خاص و عام دونوں کو محیط ہو۔ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ[۳]۔ رحمت خاصہ کا باغیوں کو عموم عدل کے منافی ہے"

مولانا کے بیان کے مطابق رحمت کی یہ دونوں صورتیں یعنی رحمانیت و رحیمیت کا عموم بعثت انبیاء اور تعلیمات الٰہی میں بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"کتاب فطرت (کائنات) ہی کی طرح کتاب ہدایت بھی رحمانیت و رحیمیت کا مظہر ہے کہ اس کی تعلیم اور طرز تعلیم دونوں میں رحمت ہی کے اقتضاءات سابق و غالب ہیں کہ اہتداء کے لئے صرف عقل و فکر پر مدار نہیں رکھا گیا بلکہ انبیاء اور کتابوں کا ارسال و نزول فرمایا گیا۔ پھر کتابوں میں غایت رحمت و شفقت کا اسلوب اختیار فرمایا گیا اور انبیاء کی زندگی کو رحمت و رأفت بنایا گیا۔ یہ سب تو رحمٰن کے عموم کے تحت ہے، رحیم کے خصوص کے تحت اس ہدایت کے قبول کرنے والوں اور فرماں برداروں کے لئے خصوصی رحمتوں سے بھی دریغ نہیں فرمایا گیا۔"

ان تین بنیادی اسماء الٰہی سے قرآن اور تعلیم قرآن کا آغاز اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی طلب و احتیاج فطرت انسانی کو از ابتدا تا انتہا ہے۔ مولانا نے

"بسم اللہ میں تین اسماء الٰہیہ کے ساتھ استعانت کا امر ہے (۱) اللہ (اسم ذات) جس

---

[۱] توبہ: ۱۲۰، [۲] احزاب: ۴۳، [۳] اعراف: ۱۵۶

کے بغیر خلق و ایجاد نہ ہوتی۔ "اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ"[۱]

۲۔ رحمٰن جو خلق و ایجاد کے بعد ہر شے کے لئے اسباب فراہم فرماتا ہے، حق و باطل، کفر و ایمان وغیرہ

... کے (۳) رحیم جو ان اسباب پر خاص خاص ثمرات مرتب فرماتا ہے لہٰذا جب تک ان تینوں

... سے استعانت اور استمداد نہ ہو کوئی کام چل ہی نہیں سکتا۔"[۲]

آیت "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ" کے ذیل میں مولانا نے حمد کے تعلق سے بعض اشارات

... ہیں:

"۱۔ حمد کا ترتب ربوبیت کے افعال اختیاری پر ہوتا ہے اور غیر اللہ میں اختیار ذاتی کہاں۔ لہٰذا حمد کا سزاوار صرف اللہ ہی ہے۔

۲۔ اللہ کے لئے حمد ثابت ہے جو لازمۂ ربوبیت ہے۔

۳۔ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا[۳]

رب میں صفات کمالات مذکورہ ہونا لازم ہے جبھی وہ سزاوارِ حمد ہوگا۔"

... کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"جس میں جو صلاحیت ہے اس کو اس کے کمال تک پہونچانا[۴] یا کسی شے کی تدریجی

... رعد: ۱۶ [۲] رحمٰن و رحیم کے معنوی فرق پر مولانا کی اس ساری بحث کی بنیاد غالباً طبری کی اس روایت ... عزمی سے منقول ہے اس میں انھوں نے رحمٰن کو تمام مخلوقات اور رحیم کو مومنین کے لئے خاص بتایا ہے ... لابی جعفر محمد بن جریر الطبری (دار المعارف، مصر ۱۹۶۹ء) ج ۱ ص ۱۲۷ نیز اس کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے ... ابن عزمی کو "ضعیف جداً" کہا گیا ہے اور مسند، ۶۹۳۸، میں حضرت امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ... حدثیہ شیئاً" حاشیہ تفسیر طبری، تحقیق و تعلیق، محمد شاکر، ج ا ص ۱۲۷۔ نیز امام بخاری و امام نسائی نے ... متروک الحدیث ہونے ذکر کیا ہے کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری تحقیق محمود ابراہیم زائد، (حلب ۱۳۹۶ھ) ... الضعفاء والمتروکین، ابو عبد الرحمٰن بن شعیب النسائی (حلب ۱۳۹۶ھ) ص ۹۲۔ مزید براں قرآن میں ... استعمال صرف مومنین اور اہلِ خصوص ہی کے لئے نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے: ... فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ ۚ وَمَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ" (ابراہیم: ۳۶) اور نہ صرف (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تکمیل اور اس کے اسباب کی فراہمی۔ لہٰذا ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ تربیت
کا ایک پورا سلسلہ و نظام ہو جو ایک طرف عالمین کی ہر شے کے لئے اور دوسری طرف
سارا نظام عالم انسان کی تکمیل و تربیت کے لئے ہو۔ رب کا مفہوم پرورش و تکمیل
"کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا"[1] سے بھی ظاہر ہے۔"

ربوبیت سے انسان کے تعلق کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"لفظ "اللہ" کے بعد قرآن مجید میں سب سے زیادہ اسم رب یا صفت ربوبیت اور
اس کی آیات خلق و تربیت سے اللہ تعالیٰ کا تعارف و تصور کرایا گیا ہے اور اس کے
ساتھ انسان کا تعلق عبادت و استعانت سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے رب
الٰہ کا مساوی ہے۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"رب دراصل وہ ہے جس سے نہ صرف عطاء وجود بلکہ بقاء وجود ہے۔ ربوبیت
تربیت کسی وجود کے بقاء و تحفظ کے ساتھ اس کی تکمیل کا نام ہے۔ تکمیل کے لئے
بقاء مقدم اور موقوف علیہ ہے۔ بغیر اس کے تکمیل ہو ہی کیسے سکتی ہے۔"
عبادت و استعانت کا تعلق براہ راست ربوبیت سے ہے نہ کہ خالقیت سے۔ غیر اللہ
کوئی نہیں جانتا البتہ رب ہونے کا ان پر دھوکا ہوتا ہے یعنی ہمارے وجود کا بقا و تحفظ، نفع
اس کی تکمیل میں غیر اللہ کا دخل معلوم، بلکہ محسوس و مشاہد ہوتا ہے۔ "رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ[رْضِ وَمَا بَ]یْنَهُمَا"[2]، "رَبُّکُمْ وَرَبُّ آبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ"[3] اور "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"[4] سے اسی اح...
مشاہدہ کی تردید ہے کہ ہر جگہ، ہر زمانہ اور ہر جہت میں جو کچھ ہو رہا ہے سب تمام تر اسی کی ربوبیت
پروردگاری کا جلوہ ہے۔ جن چیزوں کو فاعل ربوبیت سمجھا جاتا ہے وہ صرف وسائل ربوبیت

گذشتہ صفحہ کا بقیہ: رحمت خاصہ سے اس کا تعلق ہے جیسا کہ فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا ... وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ ...

[1] اسراء: ۲۴ [2] مریم: ۶۵ [3] صافات: ۱۲۶ [4] شعراء: ۲۸

[a] اسراء: ۱۱۱ [b] امام راغب کی مفردات میں ہے "الرب فی الاصل التربیۃ وھو انشاء الشیٔ حالاً فحالاً الی حد التمام" المفردات فی غرائب القرآن ص ۱۸۲ یہ مفہوم اسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ حاشیہ صفحہ ہذا

... ولا قوۃ الا باللہ" کسی میں کوئی قوت نہیں تو فعل کہاں سے ہوگا۔ فعل تو نام ہے قوت ہی کے ظہور کا۔[1]
... الٰہ کے رب ہونے کی شرط مولانا نے ضرور بتائی ہے۔ ورنہ وہ مستحق عبادت و استعانت نہیں
... سکتا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

"دین کا ماحصل توحید اور توحید کا ماحصل عبادت و استعانت کا مرجع ذات واحد
کو قرار دینا جو موقوف ہے ذات واحد کے رب ہونے پر جس کو آدمی رب یقین کرے گا
لازماً اسی سے ذلت و اطاعت (عبادت) اور احتیاج و افتقار (استعانت) کی نسبت
و تعلق رکھے گا، نذر و نیاز اور پوجا و پرستش کرے گا۔ قرآنی توحید کا مطلب یہ نہیں
کہ اللہ عدداً ایک ہے۔ عدداً اگر وہ ایک ہی ہے تو ہم سے کیا تعلق و مطلب؟ ہم سے
تو کوئی تعلق جب ہی پیدا ہوتا ہے جب اس تعلق سے ہمارا کچھ بنتا بگڑتا ہو یا ہمارا
نفع و ضرر متعلق ہو۔"

... ت کے ساتھ ربوبیت کے تعلق سے مزید بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دراصل دعوت ربوبیت دعوت الوہیت (لا الٰہ الا اللہ) کا ناگزیر لازمہ ہے۔ توحید
الوہیت کا مطالبہ نافع و ضار، نفع رساں اور ضرر رساں ذات کی وحدت کا دعویٰ
و دعوت ہے کہ کائنات میں ہر موجود و مخلوق کا ہر طرح کا چھوٹا بڑا نفع و ضرر بالذات
ایک ہی ذات کے ہاتھ میں ہے لیکن ہر مخلوق و موجود کا اپنی فطرت و خلقت یا خلقی
وجود کے تقاضوں کی رو سے نفع و ضرر اس کے خاص خلقی تقاضوں ہی کی تکمیل و تشفی

... توحید ربوبیت سے متعلق ایک عبارت بالکل خطیبانہ انداز کی ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ غیر اللہ
... ت و تاثیر محض ہمارے مشاہدے کا دھوکا ہے۔ اس طور پر کہ کائنات کی کسی شے میں جب کوئی فعل و اثر
و خاصیت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو دراصل ہم نہ فعل کو دیکھتے ہیں نہ قوت و خاصیت کو بلکہ صرف اثر
... کے بعد معلول کے ظہور کو، لیکن اس اثر کا فاعل و موثر خود اشیاء میں یا علل کے اندر پایا جاتا ہے اس
... ور کانٹ دونوں نے انکار کیا ہے اور اس انکار کا انکار آسان نہیں۔ تو اگر خود اشیاء میں علت
یا فعل و اثر کو ثابت کرنا آسان نہیں تو پھر نفع و ضرر جو اسی فعل و اثر ہی کا انسان کے تعلق سے دوسرا نام
... عالم شہادت کی اشیاء کی طرف منسوب کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب نفع و ضرر کی غیر اللہ سے
تو فعل و اثر کی نفی ہو گئی اور جب فعل کی نفی ہو گئی تو صفت کی ہو گئی اور جب صفت کی ہو گئی تو وجود کی ہو گئی۔

[1] اسراء: ...

کی فراہمی کا نام ہے۔ مثلاً شیر یا اسد کی اسدیت یا اسدی صفات ومطالبات کی تشفی وتکمیل جس لحمی غذا (گوشت) کو چاہتی ہے بیل یا البقر کے بقری صفات کی تشفی وتکمیل اس کے برخلاف نباتی غذا کی متقاضی ہوتی ہے۔"

یہی صورت حال تمام مخلوقات کی ہے کہ ہر نوع کی تشفی وتکمیل اپنے اپنے نوعی خلقی تقاضوں ہی ... ہے۔ اس لئے جو ذات ہر مخلوق کے نفع وضرر کی مالک ہے اس کو اس کی نوعی خلقی تکمیل وتشفی یا ... میں ربوبیت بالفاظ دیگر تربیت وپرورش کا بھی تنہا واحد مالک ہونا چاہیئے۔ یعنی الوہیت یا عبادت ... استحقاق کے لئے ربوبیت لازم ہے کہ کسی مالوہ حقیقی نفع وضرر اس کی خصوصی اور امتیازی صفات کی ... وتکمیل ہی ہے۔

اس لئے توحید الوہیت آپ سے مستلزم ہے توحید ربوبیت کو جو الٰہ ہے اس کو لازماً ربِ ... ہونا چاہیئے اور وہی بالکلیہ ہماری عبادت وطاعت یا بندگی وغلامی کا بھی واحد حقدار ہوگا اور یہی ... کی طرح انسانی خلقت وزندگی کی صحیح راہ ہوگی۔ اس لئے "مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ" کا قدرتی لازمہ ... اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ"[۵۱] ہے۔

---

۵۱ آل عمران: ۵۱۔ نیز زخرف: ۶۴۔

حقیقت نماز

مجلہ علوم القرآن کے شمارہ اول کے ساتھ ادارہ علوم القرآن کے اشاعتی سلسلہ کا بھی آغاز ... ہے۔ اس سلسلے کی پہلی پیش کش برصغیر کے نامور عالم دین صاحب تدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ، کی مختصر لیکن نہایت قیمتی اور اہم کتاب "حقیقت نماز" ہے، جس میں نماز کے موضوع پر با... اچھوتے اور منفرد انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ ادارہ علوم القرآن نے اسے "تحقیق وتخریج" کے ... شائع کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

قیمت صرف:

آج ہی لکھیں:

منیجر ادارہ علوم القرآن، نیو سرسید نگر۔ علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱

مولانا فراہیؒ کے قلمی حواشی

الاتقان فی علوم القرآن پر

ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

ترجمان القرآن علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی ان کے حالات میں رقم طراز ہیں:

"مطالعہ کے لئے ہمیشہ اونچے درجے کی چیزیں منتخب کرتے تھے اور ہر چیز کو نہایت گہری تنقید کے ساتھ پڑھتے تھے۔ کتاب انگریزی ہو یا عربی اس کے حاشیہ پر عربی میں اس کے تمام اہم مباحث پر اپنے تنقیدی نوٹ لکھتے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی پڑھی ہوئی کتابیں اہل علم کے لئے بڑی قیمتی چیز بن جاتی تھیں۔" (مجموعہ تفاسیر: ۲۲)

چنانچہ علامہ فراہی کا ذاتی کتب خانہ نہایت نفیس اور ہر فن کی امہات الکتب پر مشتمل تھا اور ...س کتب خانہ میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس پر ان کے دو ایک حاشیے نہ ہوں۔ ان حواشی کی خصوصیات ... کبھی تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔ سر دست امام سیوطیؒ کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" پر ...علامہ نے جو حواشی لکھے ہیں وہ پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ حواشی راقم السطور نے ۱۳ صفر ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۷۵ء کو مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں نقل کئے تھے۔

الاتقان پہلی بار ۱۲۷۱ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھی پھر متعدد ایڈیشن نکلے۔ ۱۳۸۷ھ میں محمد ابوالفضل ابراہیم نے مکتبہ آصفیہ حیدرآباد کے ایک نادر نسخہ کی بنیاد پر چار حصوں میں ایک تحقیقی ایڈیشن تیار ...کیا جو قاہرہ سے شائع ہوا۔ علامہ فراہی کے پاس اس کتاب کا جو نسخہ تھا وہ مطبعہ کستلیہ مصر ۱۲۷۹ھ ...کا چھپا ہوا ہے۔ یہ نسخہ مدرستہ الاصلاح کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس کے سرورق پر علامہ فراہی نے ...اپنے نام کے ساتھ کتاب کی قیمت اور خریداری کی تاریخ اس طرح لکھی ہے:

"اشتریتہ فی حیدرآباد لسبع روبیات عثمانیہ فی شہر ربیع الثانی من ۱۳۳۳ھ ۔ عبد الحمید الفراہی"

یہ تحریر اس پہلو سے اہمیت رکھتی ہے کہ اس سے علامہ کے ان حواشی کا زمانہ متعین
علامہ کا انتقال ۱۳۴۹ھ میں ہوا۔ گویا یہ کتاب انتقال سے سولہ (۱۶) سال قبل خریدی گئی او
علامہ کے آخری عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان حواشی کو اردو میں پیش کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ حواشی اور ان کا سیاق و سبا
صرف اردو میں ہوں۔ مگر پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ سیاق و سباق تو صرف اردو میں ہو کر ا
قابلِ ذکر کتب خانہ میں موجود ہے مگر حواشی کو اردو ترجمہ کے ساتھ اصل عربی میں بھی ہونا چاہیے
کر محفوظ ہو جائیں اور ان کی حفاظت الاتقان کے اس نسخہ کی رہین منت نہ رہے جو صرف مدرس
کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ نیز اردو ترجمہ میں اگر مجھ سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو اصل حاشیہ سا
اور اس کی اصلاح کی جا سکے۔ اسی طرح احتیاط کے باوجود حاشیہ نقل کرنے میں کوئی چوک ہو
کے نسخہ سے مقابلہ کر کے اسے درست کیا جا سکے۔

سیاق و سباق کے آخر میں الاتقان کے اس ایڈیشن کا حوالہ ہے جس کے حاشیہ پر قا
باقلانی کی اعجاز القرآن چھپی ہے۔ عام طور پر چونکہ یہی ایڈیشن دستیاب ہے اس لئے قارئین کی سہو
لیے اس کا بھی حوالہ دیا گیا۔ علامہ فراہی کے نسخہ کا حوالہ ان کے حاشیہ کے بعد دیا گیا کہ یہ حواشی ا
گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کوشش قرآن مجید کے طلبہ کے لئے مفید ثابت ہو۔

———※———

(۱) امام سیوطی نے امام زرکشی کا یہ قول ان کی کتاب (البرہان فی علوم القرآن ۱: ۳۱) سے
ہے کہ صحابہ و تابعین کا یہ معروف طریقہ ہے کہ جب وہ کہتے ہیں یہ آیت فلاں مسئلہ
ہوئی تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ آیت مذکورہ اس حکم پر مشتمل ہے۔ یہ مطلب نہیں
یہ حکم آیت کے نزول کا سبب ہوا۔ پس ان کے اس قول کی نوعیت حکم پر آیت
کی ہوتی ہے نہ کہ نقل واقعہ کی۔ (۱: ۴۲)

حاشیہ فراہی

أصاب الزرکشی رحمہ اللہ (۱: ۳۹)
زرکشی رحمہ اللہ نے صحیح فرمایا۔

(۲) امام زرکشی کا مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی نے اپنی رائے لکھی ہے کہ سببِ نزول اس
واقعہ کو کہیں گے جس کے زمانہ وقوع میں آیت کا نزول ہوا۔ (۱: ۴۲)[۱]

حاشیہ فراہی

أخطا فیما فہم من سبب النزول (۱: ۳۹)
سببِ نزول کے سمجھنے میں غلطی کی۔[۲]

(۳) امام سیوطی لکھتے ہیں: بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ قرآن کی کوئی آیت متعدد بار نازل
ہوئی۔ یہ بات میں نے کتاب (الکفیل بمعانی التنزیل) میں دیکھی ہے۔ (۱: ۴۸)

حاشیہ فراہی

لم یذکر اسم المصنف لکتاب الکفیل بمعانی التنزیل (۱: ۴۴)
کتاب (الکفیل بمعانی التنزیل) کے مصنف کا نام ذکر نہیں کیا۔[۳]

(۴) الاتقان میں ہے: بہت سے عوام کا گمان ہے کہ "سبعۃ أحرف" سے مراد قراءات سبع ہیں
اور یہ جہل قبیح ہے۔ (۱: ۶۶)

حاشیہ فراہی

القراءات السبع لیست التی أریدت من الأحرف السبعۃ (۱: ۶۲)
"سبعۃ أحرف" سے مراد قراءات سبع نہیں ہیں۔

(۵) الاتقان میں ہے: صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مصاحف عثمانیہ کو ان صحیفوں سے نقل کیا جائے
جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھوائے تھے، اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس کو ترک کر دیا
جائے۔ مولانا فراہی نے ذرا ترمیم کے ساتھ یہی عبارت نقل کر دی ہے (۱: ۶۶)

حاشیہ فراہی

اجمع الصحابۃ رضی اللہ عنہم علی نقل المصاحف العثمانیۃ من المصحف الاول
حضرات صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مصاحف عثمانیہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ

علیہ حب الروایات ۔ والصواب ھو الاعتماد علی ما ثبت من استعمال العرب۔ واما الروایات فأکثرھا لم تثبت سندا، ثم إنھا لم تبین معانی الالفاظ وإنما تدل علی ماھو المراد فی مواضع خاصة، وتری فیھا اختلافا شدیدا (۱:۱۳۲)	آگئی۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اہلِ عرب کے استعمال سے جو ثابت ہو اس پر اعتماد کیا جائے جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو بیشتر سنداً ثابت نہیں پھر روایات الفاظ کے معنی بیان نہیں کرتیں وہ تو خاص مواقع پر جو مراد ہے اس کی وضاحت کرتی ہیں۔ مزید برآں ان میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے [۸]

(۲۲) اس کے بعد امام سیوطی نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عباس سے الفاظ قرآن کی جو شرح مروی ہے اسے اتقان کے تقریباً سات صفحات میں یکجا نقل کیا ہے "اس لئے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کے جو صحیح ترین طرق ہیں ان میں اس کا شمار ہوتا ہے [۹] چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں اسی طریق پر اعتماد کیا ہے [۱۰]" مولانا فراہی نے مندرجہ ذیل الفاظ کی شرح پر خط کھینچا ہے جس سے ان کے مذکورہ بالا تبصرہ کی تائید ہوتی ہے۔ ہم یہ الفاظ اور ان کی شرح لکھتے ہیں:

۱۔ أمّرنا مترفیھا	(الاسراء: ۱۶)	سلطنا شرارھا [۱۱]
۲۔ لاتقفُ	(الاسراء: ۳۶)	لاتقل [۱۲]
۳۔ الصدفین	(الکھف: ۹۶)	الجبلین [۱۳]
۴۔ سَوِیّا	(مریم: ۱۰)	من غیر خرس [۱۴]
۵۔ سَرِیّا	(مریم: ۲۴)	ھو عیسی [۱۵]
۶۔ کلّ شیئٍ خلقه	(طٰہٰ: ۵۰)	خلق لکل شیئٍ زوجه [۱۶]
۷۔ ثم ھدی	(طٰہٰ: ۵۰)	لمنکحه ومطعمه ومشربه ومسکنه
۸۔ لایَضل	(طٰہٰ: ۵۲)	لایخطئ۔ [۱۷]
۹۔ تارة	(طٰہٰ: ۵۵)	حاجة [۱۸]
۱۰۔ فلایخاف ظلما	(طٰہٰ: ۱۱۲)	ان یظلم فیزاد فی سیأته ۱۹
۱۱۔ جذاذا	(الانبیاء: ۵۸)	حطاما [۲۰]
۱۲۔ سامرا تھجرون	(المؤمنون: ۶۷)	تسمرون حول البیت وتقولون ھجرا [۲۱]

یہ روایت ابن الانباری نے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ (الورود: الدخول) حسن بصری کی جانب سے لفظ "ورود" کی تفسیر ہے جس کو کسی راوی نے غلطی سے قرآن میں ملا دیا۔ (۱: ۱۰۲)

...شیہ فراہی

غلط الرواة فی ظنھم التفسیر قراءة ۔ وھذا کثیر (۱: ۹۷)	تفسیر کو قراءت سمجھ کر راویوں نے غلطی کی اور ایسا بہت ہوا ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک سورہ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں شامل نہیں۔ اس سلسلہ میں امام ابن حزم کا قول ان کی کتاب (المحلی) سے نقل کیا ہے کہ "یہ روایت موضوع ہے اور حضرت مسعودؓ پر اتہام ہے۔ صحیح قراءت جو ان سے منقول ہے وہ "عاصم عن زر عن ابن مسعود" کے طریق سے ہے اور اس میں فاتحہ اور معوذتین موجود ہیں۔ (۱:۱۰۵)

...یہ فراہی

أصاب ابن حزم (۱: ۹۹)	ابن حزم نے صحیح فرمایا۔

ابن حزم کے قول کے بعد حافظ ابن حجر کی عبارت نقل کی ہے جس میں موصوف نے مختلف روایات نقل کرنے کے بعد جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مذکورہ سورتیں قرآن سے خارج تھیں۔ لکھتے ہیں: پس جو یہ کہتا ہے کہ یہ ابن مسعود پر اتہام ہے اس کا قول مردود ہے اور صحیح روایات پر بغیر کسی دلیل کے طعن کرنا قابلِ قبول نہیں۔ (۱: ۱۰۵)

...یہ فراہی

اخطأ ابن حجر فیما ردّ علی ابن حزم (۱:۱۰۰)	ابن حزم کی تردید میں ابن حجر نے غلطی کی۔

امام بیہقی وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ رؤس آیات (آیتوں کے ختم) پر وقف کرنا افضل ہے اگرچہ آیت کا تعلق مابعد سے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اسی میں ہے۔ ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید پڑھتے تو ایک ایک آیت کو علیحدہ علیحدہ پڑھتے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ کر ٹھہر جاتے پھر "الحمد رب العالمین"

گئے ہیں۔

(۱۱) امام سیوطی امام بغوی کی (شرح السنۃ) سے روایت کرتے ہیں : اس اندیشہ سے کہ حفاظ ق
اٹھنے سے قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہ ہوجائے، صحابہ نے قرآن کو بغیر کسی کمی بیشی کے بین
محفوظ کیا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے سنا تھا اسی طرح لکھا۔ کسی
اور موخر نہیں کیا۔ کوئی ایسی ترتیب اختیار نہیں کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ
کا جو حصہ آپ پر نازل ہوتا آپ اسی ترتیب کے مطابق جو اس وقت ہمارے مصاحف میں
صحابہ کو سکھاتے۔ آپ کو اس کا علم حضرت جبریل کے ذریعہ ہوتا۔ ہر آیت کے نزول کے
حضرت جبریل آپ کو بتاتے کہ یہ آیت فلاں آیت کے بعد فلاں سورہ میں لکھی جائے۔ اس
ثابت ہوا کہ صحابہ کی جدوجہد قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کے لئے تھی نہ کہ اس کو مرتب
لیے۔ قرآن لوح محفوظ میں اسی ترتیب کے مطابق لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یکجا
دنیا پر نازل کیا پھر ضرورت پر متفرق طور سے نازل ہوتا رہا۔ ترتیب نزول ترتیب تلاو
مختلف ہے۔ (۱: ۸۲)

حاشیۂ فراہی

أصاب البغوی رحمہ اللہ (۱: ۷۷)	بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا۔

(۱۲) امام سیوطی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سورتوں کو اگر مسلسل یکے بع
پڑھا ہے تو اس سے یہ استدلال نہیں کرنا چاہئے کہ ان کی ترتیب بھی اسی طرح ہے۔ پس
سے قبل سورۂ نساء پڑھنے کی روایت رد نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ قرارت میں سور
ترتیب واجب نہیں، اور شاید آپ نے بیان جواز کے لئے ایسا کیا ہو۔ (۱: ۸۴)

حاشیۂ فراہی

روایۃ قراءت النساء قبل آل عمران لا تصح (۱: ۷۹)	آل عمران سے قبل نساء کے قرارت کی روایت صحیح نہیں ہے

(۱۳) حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آیت ذیل کو اس طرح پڑھتے تھے :

" وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا " الورود الدخول (مریم: ۷۱)

یہ روایت ابن الانباری نے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ (الورود : الدخول) حسن بصری کی جانب سے لفظ " ورود " کی تفسیر ہے جس کو کسی راوی نے غلطی سے قرآن میں ملا دیا۔ (۱: ۱۰۲)

شیۂ فراہی

غلط الرواۃ فی ظنھم التفسیر قراءۃ۔ وھذا کثیر (۱: ۹۷)	تفسیر کو قرارت سمجھ کر راویوں نے غلطی کی اور ایسا بہت ہوا ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک سورہ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں شامل نہیں۔ اس سلسلہ میں امام ابن حزم کا قول ان کی کتاب (المحلی) سے نقل کیا ہے کہ " یہ روایت موضوع ہے اور حضرت مسعودؓ پر اتہام ہے۔ صحیح قرارت جو ان سے منقول ہے وہ "عاصم عن زر عن ابن مسعود" کے طریق سے ہے اور اس میں فاتحہ اور معوذتین موجود ہیں۔
(۱: ۱۰۵)

شیۂ فراہی

أصاب ابن حزم (۱: ۹۹)	ابن حزم نے صحیح فرمایا۔

ابن حزم کے قول کے بعد حافظ ابن حجر کی عبارت نقل کی ہے جس میں موصوف نے مختلف روایات نقل کرنے کے بعد جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مذکورہ سورتیں قرآن سے خارج تھیں۔ لکھتے ہیں : پس جو یہ کہتا ہے کہ یہ ابن مسعود پر اتہام ہے اس کا قول مردود ہے اور صحیح روایات پر بغیر کسی دلیل کے طعن کرنا قابلِ قبول نہیں۔ (۱: ۱۰۵)

شیۂ فراہی

اخطأ ابن حجر فیما ردّ علی ابن حزم (۱: ۱۰۰)	ابن حزم کی تردید میں ابن حجر نے غلطی کی۔

امام بیہقی وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ رؤس آیات (آیتوں کے ختم) پر وقف کرنا افضل ہے اگرچہ آیت کا تعلق مابعد سے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اسی میں ہے۔ ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید پڑھتے تو ایک ایک آیت کو علیحدہ علیحدہ پڑھتے " بسم اللہ الرحمن الرحیم " پڑھ کر ٹھہر جاتے پھر " الحمد رب العالمین "

گئے ہیں۔

(۱۱) امام سیوطی امام بغوی کی (شرح السنۃ) سے روایت کرتے ہیں : اس اندیشہ سے کہ ج
اٹھنے سے قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے ، صحابہ نے قرآن کو بغیر کسی کمی بیشی
محفوظ کیا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے سنا تھا اسی طرح لکھا
اور موخر نہیں کیا۔ کوئی ایسی ترتیب اختیار نہیں کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
کا جو حصہ آپ پر نازل ہوتا آپ اسی ترتیب کے مطابق جو اس وقت ہمارے مصاحف
صحابہ کو سکھاتے ۔ آپ کو اس کا علم حضرت جبریل کے ذریعہ ہوتا ۔ ہر آیت کے نز
حضرت جبریل آپ کو بتاتے کہ یہ آیت فلاں آیت کے بعد فلاں سورہ میں لکھی جا
ثابت ہوا کہ صحابہ کی جدوجہد قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کے لئے تھی نہ کہ اس کو
لیے ۔ قرآن لوح محفوظ میں اسی ترتیب کے مطابق لکھا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ا
دنیا پر نازل کیا پھر ضرورت پر متفرق طور سے نازل ہوتا رہا ۔ ترتیب نزول ترتیب
مختلف ہے ۔ (۱: ۸۲)

حاشیۂ فراہی

أصاب البغوی رحمہ اللہ (۱: ۷۷) — بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا۔

(۱۲) امام سیوطی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سورتوں کو اگر مسلسل
پڑھا ہے تو اس سے یہ استدلال نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کی ترتیب بھی اسی طرح ہے
سے قبل سورۂ نساء پڑھنے کی روایت رد نہیں کی جائے گی ۔ اس لئے کہ قرارت میں
ترتیب واجب نہیں ، اور شاید آپ نے بیان جواز کے لئے ایسا کیا ہو ۔ (۱: ۸۴)

حاشیۂ فراہی

روایۃ قراءت النساء قبل آل عمران لا تصح (۱: ۷۹) — آل عمران سے قبل نساء کے قرارت کی روایت صحیح نہیں[۶]

(۱۳) حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آیت ذیل کو اس طرح پڑھتے تھے :
" وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا " الورود الدخول (مریم : ۷۱)

(۲) امام زرکشی کا مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی نے اپنی رائے لکھی ہے کہ سبب نزول اس
واقعہ کو کہیں گے جس کے زمانہ وقوع میں آیت کا نزول ہوا ۔ (۱: ۴۲)[۱]

شیۂ فراہی

أخطأ فیما فہم من سبب النزول (۱: ۳۹) — سبب نزول کے سمجھنے میں غلطی کی۔[۲]

(۳) امام سیوطی لکھتے ہیں : بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ قرآن کی کوئی آیت متعدد بار نازل
ہوئی ۔ یہ بات میں نے کتاب (الکفیل بمعانی التنزیل) میں دیکھی ہے ۔ (۱: ۴۸)

اشیۂ فراہی

لم یذکر اسم المصنف لکتاب الکفیل بمعانی التنزیل (۱: ۴۴) — کتاب (الکفیل بمعانی التنزیل) کے مصنف کا نام ذکر نہیں کیا۔[۳]

(۴) الاتقان میں ہے : بہت سے عوام کا گمان ہے کہ "سبعۃ أحرف" سے مراد قراءات سبع ہیں
اور یہ جہل قبیح ہے ۔ (۱: ۶۶)

اشیۂ فراہی

القراءات السبع لیست التی أریدت من الأحرف السبعۃ (۱: ۶۲) — "سبعۃ أحرف" سے مراد قرارات سبع نہیں ہیں۔

(۵) الاتقان میں ہے : صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مصاحف عثمانیہ کو ان صحیفوں سے نقل کیا جائے
جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھوائے تھے ، اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس کو ترک کر دیا
جائے ۔ مولانا فراہی نے ذرا ترمیم کے ساتھ یہی عبارت نقل کر دی ہے (۱: ۶۶)

اشیۂ فراہی

أجمع الصحابۃ رضی اللہ عنہم علی نقل المصاحف العثمانیۃ من المصحف الأول — حضرات صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مصاحف عثمانیہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ

علیہ حب الروایات ۔ والصواب ھو الاعتماد علی ما ثبت من استعمال العرب. واما الروایات فاکثرھا لم تثبت سندا، ثم إنها لم تبین معانی الالفاظ وإنما تدل علی ماھو المراد فی مواضع خاصۃ، وتری فیھا اختلافا شدیدا (۱:۱۳۲)

آگئی ۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اہلِ عرب کے استعمال سے جو ثابت ہو اس پر اعتماد کیا جائے جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو بیشتر سنداً ثابت نہیں ۔ پھر روایات الفاظ کے معنی بیان نہیں کرتیں وہ تو خاص مواقع پر جو مراد ہے اس کی وضاحت کرتی ہیں ۔ مزید برآں ان میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے ۔[۵۸]

(۲۶) اس کے بعد امام سیوطی نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عباس سے الفاظ کی جو شرح مروی ہے اسے اتقان کے تقریباً سات صفحات میں یکجا نقل کیا ہے۔ "اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، سے روایت کے جو صحیح ترین طرق ہیں ان میں اس کا شمار ہوتا ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں اسی طریق پر اعتماد کیا ہے"[۵۹] مولانا فراہی نے مندرجہ ذیل کی شرح پر خط کھینچا ہے جس سے ان کے مذکورہ بالا تبصرہ کی تائید ہوتی ہے ۔ ہم یہ الفاظ ان کی شرح لکھتے ہیں :

۱. أمّرنا مترفیھا	(الاسراء : ۱۶)	سلطنا شرارھا [۱۱]
۲۔ لا تقفُ	(الاسراء : ۳۶)	لا تقل [۱۲]
۳۔ الصدفین	(الکھف : ۹۶)	الجبلین [۱۳]
۴۔ سَوِیّا	(مریم : ۱۰)	من غیر خرس [۱۴]
۵۔ سَوِیّا	(مریم : ۲۴)	ھو عیسی [۱۵]
۶۔ کلّ شیئٍ خلقہ	(طٰہٰ : ۵۰)	خلق لکل شیئ زوجہ [۱۶]
۷۔ ثم ھدی	(طٰہٰ : ۵۰)	لمنکحہ ومطعمہ ومشربہ
۸۔ لا یَضِل	(طٰہٰ : ۵۲)	لا یخطئ ۔ [۱۷]
۹۔ تارۃ	(طٰہٰ : ۵۵)	حاجۃ [۱۸]
۱۰۔ فلا یخاف ظلما	(طٰہٰ : ۱۱۲)	ان یظلم فیزاد فی سیاتہ [۱۹]
۱۱۔ جذاذا	(الانبیاء : ۵۸)	حطاما [۲۰]
۱۲۔ سامرا تھجرون	(المؤمنون : ۶۷)	تسمرون حول البیت وتقولون ھجرا

ھباءً منثورا	(الفرقان : ۲۳)	الماء المھراق [۲۲]
طٰئرکم	(النمل : ۴۷)	مصائبکم [۲۳]
ادّٰرک علمھم	(النمل : ۶۶)	غاب علمھم [۲۴]
واضلہ اللہ علی علم	(الجاثیہ : ۲۳)	فی سابق علمہ [۲۵]
لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ	(الحجرات : ۱)	لا تقولوا اخلاف الکتاب والسنۃ [۲۶]
برکنہ	(الذاریات : ۳۹)	بقوتہ [۲۷]
سنفرغ لکم	(الرحمن : ۳۱)	ھذا وعید من اللہ لعبادہ ولیس باللہ شغل [۲۸]
الحافرۃ	(النازعات : ۱۰)	الحیاۃ [۲۹]
لن یحور	(الانشقاق : ۱۴)	لن یبعث [۳۰]
ضریع	(الغاشیہ : ۶)	شجر من نار [۳۱]

الاتقان کی ۳۷ ویں نوع قرآن مجید کے ان الفاظ کے بارے میں ہے جو اہلِ حجاز کے لہجہ کی بجائے دوسرے لہجات سے ماخوذ ہیں ۔ (۱:۱۷۵)

...شیۂ فراہی

فیہ أکاذیب (۱:۱۶۵) اس باب میں بڑے جھوٹ ہیں ۔

قرآن مجید میں معرب الفاظ کے وجود کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام سیوطی لکھتے ہیں کہ قرآن چونکہ اوّلین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں مختلف زبانوں اور لہجات کی جانب اشارہ ہو تاکہ ہر چیز کا احاطہ ہو سکے ۔ چنانچہ ہر زبان سے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا گیا جو عربوں کے لئے نہایت شیریں ، ہلکے اور کثیر الاستعمال ہوں ۔ پھر میں نے دیکھا کہ ابن النقیب نے اس کی صراحت کی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں : " دوسری کتب سماویہ پر قرآن کا امتیاز یہ ہے کہ دوسری کتابیں جس قوم پر نازل ہوئیں اسی کی زبان میں نازل ہوئیں دوسری زبان کا کوئی لفظ ان میں نہیں آیا ۔ اس کے برخلاف قرآن مجید عربوں کے تمام لہجات نیز غیر عربوں مثلاً روم و ایران اور حبشہ کی زبانوں کے بھی بہت سارے الفاظ پر مشتمل ہے ۔"

أصاب الفراء وأحسن (١: ٢٣٣) فراء نے صحیح کہا اور خوب کہا۔

(٣٩) ضمیروں کے باب میں ایک اور قاعدہ یہ لکھا ہے کہ جب ضمائر میں لفظ و معنی دونو
ممکن ہو تو پہلے لفظ کی رعایت ہوتی ہے پھر معنی کی۔ قرآن مجید کا اسلوب یہی ہے۔ (

حاشیۂ فراہی

أصل مهم في اختلاف الضمائر مع اتحاد المرجع (١: ٢٣٣)

اتحادِ مرجع کے وقت ضمیر کے اختلاف
باب میں ایک اہم اصول۔

(٤٠) قاعدہ ... ذکر کرنے کے بعد سیوطی نے شیخ علم الدین عراقی سے نقل کیا ہے کہ لف
معنی کی رعایت سے ابتداء قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیتِ ذیل میں آئی ہے:

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا (الانعام: ١٣٩)

اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ م
ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے ا
ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ (تھانوی)

اس آیت میں "ما" کے معنی کی رعایت میں "خالصة" کو مونث لائے۔ پھر لفظ کی
"محرم" کو مذکر استعمال کیا۔ (١: ٢٤٧)[١٥٠]

حاشیۂ فراہی

ليس كما ظن۔ فإن التاء في "خالصة" ليست للتانيث۔ فإن ما في البطون غير مختص بالمؤنث۔ فلا حمل على اللفظ بعد الحمل على المعنى (١: ٢٣٣)

شیخ عراقی کا قول صحیح نہیں۔ اس لئے کہ "خال
میں (ت) تانیث کی نہیں ہے۔ کیونکہ پیٹ
میں جو کچھ ہے وہ سب مؤنث نہیں۔ پس یہا
رعایت معنی کے بعد رعایت لفظ سرے سے موجود
نہیں ہے۔

(٤١) ابن جنی کی کتاب (المحتسب) سے نقل کیا ہے کہ رعایت ... معنی کے بعد دوبارہ لفظ
جائز ہے اور دلیل میں یہ آیت پیش کی ہے:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۔ وَإِنَّهُمْ

اور جو شخص خدا کے ذکر سے اعراض کرلیتا ہے
ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں

سے بعض افراد کے لئے فعل کا ثبوت ہوگا۔ پھر اس قاعدہ کی بنیاد پر آیتِ کریمہ:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (الحدید: ٢٣)

اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز
کو پسند نہیں کرتا۔

کا اشکال بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ اس قاعدہ کی رو سے بعض افراد کے لئے جن میں مذکورہ صفات
میں سے کوئی صفت موجود ہو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت صحیح ہوگا۔[١٤١] پھر یہ بھی لکھا ہے کہ اس
اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مفہوم مخالف کی دلالت اسی وقت معتبر ہوتی ہے جب کوئی معارض
نہ ہو اور یہاں معارض موجود ہے اس لئے کہ دلیل سے معلوم ہے کہ فخر و غرور مطلقاً حرام ہے۔ (١: ٢٢٠)

حاشیۂ فراہی

لا معول على ما زعم من الاشكال (١: ٢٠٨)

جس اشکال کا دعویٰ کیا ہے وہ ناقابلِ
اعتماد ہے۔[١٤٢]

(٣٠) الاتقان کی ٤٢ ویں نوع ان اہم قواعد پر مشتمل ہے جن کی مفسر کو ضرورت ہے۔ پہلا قاعدہ
ضمائر کے باب میں ہے۔ (١: ٢٤٤)

حاشیۂ فراہی

باب الضمائر مهم جدا (١: ٢٣١)

ضمائر کا باب بہت اہم ہے۔

(٣١) امام سیوطی لکھتے ہیں کہ کبھی ضمیر مثنی ہوتی ہے اور مرجع مذکورہ دونوں چیزوں میں سے ایک
ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (الرحمٰن: ٢٢)

ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔

ضمیر "هما" مثنی ہے جب کہ لولو اور مرجان صرف ایک قسم کے (یعنی کھاری) سمندر سے
نکلتے ہیں۔[١٤٣] (١: ٢٤٥)

حاشیۂ فراہی

لم يصب (١: ٢٣١)

صحیح نہیں کہا۔[١٤٤]

(٣٢) لکھتے ہیں کہ کبھی ضمیر سے متصل کوئی چیز ہوتی ہے مگر مرجع دوسرا ہوتا ہے مثلاً آیتِ کریمہ:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (المائدہ: ۵۷) — اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ (الفتح: ۲۷) — بے شک اللہ نے چاہا تو تم مسجدِ حرام میں ضرور داخل ہوگے امن کے ساتھ

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۹) — اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہوگے۔ (تدبر)[۳۶]

اور اس طرح کے دوسرے مقامات پر جہاں فعل کا وقوع یقینی اور قطعی ہے یہی معنی مراد ہے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ جمہور نے آیت مشیت کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ بندوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ خبر دینے میں کیا انداز گفتگو ہونا چاہئے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ "ان شاء اللہ" اصلاً شرط کے لئے استعمال ہونے لگا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم سب لوگ مسجد میں داخل ہوگے۔ اگر اللہ نے چاہا کہ دخول سے قبل تم میں سے کسی کی موت نہ ہو[۳۷]۔ باقی آیات میں یہ جواب دیا کہ وہاں یہ شرط ابھارنے کے لئے ہے جیسے تم اپنے بیٹے سے کہو کہ اگر تم میرے بیٹے ہو تو اطاعت کرو۔ (۱: ۲۰۲)

حاشیۂ فراہی

جواب الجمهور ليس بشيئ (۱: ۱۹۱) — جمہور کا جواب بے وقعت ہے

(۳۰) حرف جر "فی" کے معانی میں ایک معنی یہ لکھا ہے کہ "عن" کے مترادف ہوتا ہے[۳۹] میں آیتِ کریمہ

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا (الاسراء: ۷۲) — اور جو اس دنیا میں اندھا بنا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ تر ہوگا۔ (تدبر)

پیش کی ہے اور تشریح یہ کی ہے کہ آخرت اور اس کے محاسن سے اس کی آنکھیں محروم ہیں

حاشیۂ فراہی

فيه نظر (۱: ۲۰۵) — یہ محلِ نظر ہے۔

(۳۱) لفظ "کل" کے استعمال کے سلسلہ میں علمائے بلاغت کا قول نقل کیا ہے کہ اگر لفظ "کل" نفی کے حیز میں ہو یعنی اس سے قبل اداۃ نفی یا فعل منفی ہو تو صرف عموم کی نفی ہوگی اور مفہوم

سے بعض افراد کے لئے فعل کا ثبوت ہوگا۔ پھر اس قاعدہ کی بنیاد پر آیتِ کریمہ:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (الحدید: ۲۳) — اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

کا اشکال بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ اس قاعدہ کی رو سے بعض افراد کے لئے جن میں مذکورہ صفات میں سے کوئی صفت موجود ہو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت صحیح ہوگا[۴۱]۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مفہوم مخالف کی دلالت اسی وقت معتبر ہوتی ہے جب کوئی معارض نہ ہو اور یہاں معارض موجود ہے اس لئے کہ دلیل سے معلوم ہے کہ فخر و غرور مطلقاً حرام ہے۔ (۱: ۲۲۰)

حاشیۂ فراہی

يعتمل على مازعم من الاشكال (۱: ۲۰۸) — جس اشکال کا دعویٰ کیا ہے وہ ناقابلِ اعتماد ہے[۴۲]

الاتقان کی ۴۲ ویں نوع ان اہم قواعد پر مشتمل ہے جن کی مفسر کو ضرورت ہے۔ پہلا قاعدہ ضمائر کے باب میں ہے۔ (۱: ۲۴۴)

حاشیۂ فراہی

باب الضمائر مهم جدا (۱: ۲۳۱) — ضمائر کا باب بہت اہم ہے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ کبھی ضمیر مثنی ہوتی ہے اور مرجع مذکورہ دونوں چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (الرحمٰن: ۲۲) — ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔

ضمیر "هما" مثنی ہے جب کہ لولو اور مرجان صرف ایک قسم کے (یعنی کھاری) سمندر سے نکلتے ہیں[۴۳] (۱: ۲۴۵)

حاشیۂ فراہی

لم يصب (۱: ۲۳۱) — صحیح نہیں کہا[۴۴]۔

لکھتے ہیں کہ کبھی ضمیر سے متصل کوئی چیز ہوتی ہے مگر مرجع دوسرا ہوتا ہے مثلاً آیتِ کریمہ:

هَبَاءً مَّنثُورًا	(الفرقان : ٢٣)	الماء المهراق [٢٢]
طٰٓئِرُكُمْ	(النمل : ٤٧)	مصائبكم [٢٣]
ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ	(النمل : ٦٦)	غاب علمهم [٢٤]
وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ	(الجاثیہ : ٢٣)	فی سابق علمه [٢٥]
لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ	(الحجرات : ١)	لا تقولوا خلاف الكتاب والسنة [٢٦]
بِرُكْنِهٖ	(الذاریات : ٣٩)	بقوته [٢٧]
سَنَفْرُغُ لَكُمْ	(الرحمٰن : ٣١)	هذا وعيد من الله لعباده وليس بالله شغل [٢٨]
الْحَافِرَةِ	(النازعات : ١٠)	الحياة [٢٩]
لَّن يَحُورَ	(الانشقاق : ١٤)	لن يبعث [٣٠]
ضَرِيعٍ	(الغاشیہ : ٦)	شجر من نار [٣١]

الاتقان کی ٣٧ ویں نوع قرآن مجید کے ان الفاظ کے بارے میں ہے جو اہلِ حجاز کے لہجہ کی بجائے دوسرے لہجات سے ماخوذ ہیں۔ (١٧٥:١)

...یۂ فراہی

فیه أكاذيب (١٦٥:١) اس باب میں بڑے جھوٹ ہیں۔

قرآن مجید میں معرب الفاظ کے وجود کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام سیوطی لکھتے ہیں کہ قرآن چونکہ اوّلین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں مختلف زبانوں اور لہجات کی جانب اشارہ ہو تاکہ ہر چیز کا احاطہ ہو سکے۔ چنانچہ ہر زبان سے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا گیا جو عربوں کے لئے نہایت شیریں، ہلکے اور کثیر الاستعمال ہوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ابن النقیب نے اس کی صراحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "دوسری کتب سماویہ پر قرآن کا امتیاز یہ ہے کہ دوسری کتابیں جس قوم پر نازل ہوئیں اسی کی زبان میں نازل ہوئیں دوسری زبان کا کوئی لفظ ان میں نہیں آیا۔ اس کے برخلاف قرآن مجید عربوں کے تمام لہجات ...غیر عربوں مثلاً روم و ایران اور حبشہ کی زبانوں کے بھی بہت سارے الفاظ پر مشتمل ہے۔"

وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (المائدہ: ٥٧) — اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ (الفتح : ٢٧) — بے شک اللہ نے چاہا تو تم مسجدِ حرام میں ضرور داخل ہو گے امن کے ساتھ

وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران: ١٣٩) — اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (تدبر)[٣٦]

اور اس طرح کے دوسرے مقامات پر جہاں فعل کا وقوع یقینی اور قطعی ہے یہی معنی مراد ہے۔ امام سیوطی لکھتے ہیں کہ جمہور نے آیت مشیت کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ بندوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ مستقبل کی خبر دینے میں کیا انداز گفتگو ہونا چاہئے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ "ان شاء اللہ" اصلاً شرط ہے پھر تبرک کے لئے استعمال ہونے لگا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم سب لوگ مسجدِ حرام میں داخل ہو گے۔ اگر اللہ نے چاہا کہ دخول سے قبل تم میں سے کسی کی موت نہ ہو[٣٧]۔ باقی آیات میں یہ جواب دیا کہ وہاں یہ شرط ابھارنے کے لئے ہے جیسے تم اپنے بیٹے سے کہو کہ اگر تم میرے بیٹے ہو تو میری اطاعت کرو۔ (٢٠٢:١)

حاشیۂ فراہی

جواب الجمهور ليس بشيئ (١٩١:١) جمہور کا جواب بے وقعت ہے

(٣٠) حرف جر "فی" کے معانی میں ایک معنی یہ لکھا ہے کہ "عن" کے مترادف ہوتا ہے[٣٩]۔ مثال میں آیتِ کریمہ

وَمَن كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيلًا (الاسراء: ٧٢) — اور جو اس دنیا میں اندھا بنا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ تر ہو گا۔ (تدبر)

پیش کی ہے اور تشریح یہ کی ہے کہ آخرت اور اس کے محاسن سے اس کی آنکھیں محروم ہیں[٤٠]۔

حاشیۂ فراہی

فيه نظر (٢٠٥:١) یہ محل نظر ہے۔

(٣١) لفظ "کل" کے استعمال کے سلسلہ میں علمائے بلاغت کا قول نقل کیا ہے کہ اگر لفظ "کل" نفی کے حیز میں ہو یعنی اس سے قبل اداۃ نفی یا فعل منفی ہو تو صرف عموم کی نفی ہو گی اور مفہوم مخالف...

أصاب الفراء وأحسن (۱: ۲۳۳)

فراء نے صحیح کہا اور خوب کہا۔

(۳۹) ضمیروں کے باب میں ایک اور قاعدہ یہ لکھا ہے کہ جب ضمائر میں لفظ و معنی دونوں
ممکن ہو تو پہلے لفظ کی رعایت ہوتی ہے پھر معنی کی۔ قرآن مجید کا اسلوب یہی ہے۔ (۱:

حاشیۂ فراہی

أصل مهم في اختلاف الضمائر مع اتحاد المرجع (۱: ۲۳۳)

اتحاد مرجع کے وقت ضمیر کے اختلاف کے باب میں ایک اہم اصول۔

(۴۰) قاعدہ... ذکر کرنے کے بعد سیوطی نے شیخ علم الدین عراقی سے نقل کیا ہے کہ لفظ
معنی کی رعایت سے ابتداء قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیتِ ذیل میں آئی ہے:

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا (الانعام: ۱۳۹)

اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ (تھانوی)

اس آیت میں "ما" کے معنی کی رعایت میں "خالصة" کو مونث لائے، پھر لفظ کی ا
"محرم" کو مذکر استعمال کیا۔ (۱: ۲۴۷) [۵۱]

حاشیۂ فراہی

ليس كما ظن. فإن التاء في "خالصة" ليست للتانيث. فإن ما في البطون غير مختص بالمؤنث. فلا حمل على اللفظ بعد الحمل على المعنى (۱: ۲۳۳)

شیخ عراقی کا قول صحیح نہیں۔ اس لئے کہ "خالصۃ" میں (ت) تانیث کی نہیں ہے۔ کیونکہ پیٹ میں جو کچھ ہے وہ سب مؤنث نہیں۔ پس یہاں رعایت معنی کے بعد رعایت لفظ سرے سے موجود نہیں ہے۔

(۴۱) ابن جنی کی کتاب (المحتسب) سے نقل کیا ہے کہ رعایت... معنی کے بعد دوبارہ لفظ
جائز ہے اور دلیل میں یہ آیت پیش کی ہے:

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۔ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ

اور جو شخص خدا کے ذکر سے اعراض کرلیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ ان کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

پھر فرمایا:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا ... (الزخرف: ۳۶، ۳۸)

یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا... تدبر

"یعش" میں لفظ "من" کی رعایت میں ضمیر مفرد کی استعمال پھر "انہم" میں معنی کی رعایت میں جمع "ھم" لائے۔ پھر "جاء" میں دوبارہ لفظ کی رعایت میں ضمیر مفرد استعمال کی۔ (۱: ۲۴۷)

حاشیۂ فراہی

لم يصب ابن جني، فإن الآية ليس فيها اتحاد المرجع، فإن قوله تعالىٰ (وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ) بيان الجماعة وقوله تعالىٰ (ومن يعش) هو بيان الافراد فردا فردا أي كل غافل عن ذكر الرحمٰن له قرين. ثم دل ذلك على جماعة القرناء فرجع ضمير الجمع إلى هذا المفهوم، فافهم. (۱:۲۳۳)

ابن جنی نے صحیح نہیں کہا۔[۵۴] اس لئے کہ آیت میں مرجع ایک نہیں ہے۔ ارشاد باری "وانھم لیصدونھم" میں جماعت کا ذکر ہے اور "من یعش" میں افراد کا فرداً فرداً بیان ہے۔ یعنی ذکر الٰہی سے غافل ہر شخص کا ایک ساتھی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ساتھیوں کی ایک جماعت ہے چنانچہ اس کے لئے ضمیر جمع کی استعمال کی۔ اسے خوب سمجھ لو۔

(۴۲) ایک شاذ قراءت "قل هو الله أحد الله الواحد الصمد" درج کی ہے کہ یہ قراءت ابوحاتم نے کتاب الزینہ میں حضرت جعفر الصادق سے نقل کی ہے۔ (۱: ۲۵۰) [۵۵]

حاشیۂ فراہی

ليس بقراءة. إنما التفسير (۱:۲۳۶)

یہ قراءت نہیں بلکہ تفسیر ہے۔

(۴۳) ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی لفظ "ریاح" (بصیغۂ جمع) آیا ہے رحمت کے لئے استعمال ہوا ہے، اور "ریح" (بصیغۂ مفرد) عذاب کے لئے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے: "اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا۔" (۱: ۲۵۲)

حاشیۂ فراہی

لا یصح هذا الحدیث (۲۳۸ :) یہ حدیث صحیح نہیں۔[56]

(۴۴) متشابہات کے سلسلہ میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے چنانچہ آیتِ کریمہ:

وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (آل عمران: ۷)

حالانکہ ان کی اصل حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے۔ (تدبر)

میں "الراسخون" سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے لیکن بعض حضرات کے نزدیک "الراسخون" کا "اللہ" پر ہے۔ چنانچہ سیوطی لکھتے ہیں کہ امام نووی نے اسی قول کو نقل کیا ہے۔ شرح لکھتے ہیں: یہی ارجح ہے۔ اس لئے کہ یہ بعید از عقل بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بند کوئی ایسی بات کہے جس کا سمجھنا کسی شخص کے لئے ممکن نہ ہو۔ ابن حاجب کے نزدیک یہی "ظاہر" ہے۔ (۲: ۴)

حاشیۂ فراہی

اخطأ النووی وابن حاجب فیما خالفا به السلف (۲: ۳)

نووی اور ابن حاجب نے سلف سے اس اختلاف میں غلطی کی۔

(۴۵) سیوطی اس مسئلہ میں جمہور کے مسلک کی تائید میں لکھتے ہیں: اس رائے کی تائید اس سے ہے کہ آیت میں متشابہ کی پیروی کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور ان کے لئے "زیغ" و "ابتغاء فتنہ" کی صفات استعمال کی گئی ہیں۔ نیز ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو علم کو کے حوالہ کرتے ہیں۔ اس طرح مومنین بالغیب کی مدح کی گئی ہے۔ (۲: ۴)

حاشیۂ فراہی

اخطأ فی تاویل المومنین بالغیب (۲: ۳)

مومنین بالغیب کی تاویل میں غلطی کی۔[57]

(۴۶) سیوطی لکھتے ہیں: ابن ابی داؤد نے المصاحف میں اعمش کی روایت نقل کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی قرارت میں ہے:

وان تاویله الا عند الله والراسخون فی العلم یقولون آمنا به (۲: ۴)

حاشیۂ فراہی

اخطأ فیما زعم من قراءة ابن مسعود انما هو تفسیر منه (۲: ۳)

یہ گمان غلط ہے کہ یہ ابن مسعود کی قرارت ہے بلکہ یہ ان کی جانب سے آیت کی تفسیر ہے۔

(۴۷) اسی فصل میں سیوطی نے چند روایات "سبعة احرف" سے متعلق نقل کی ہیں۔ پہلی روایت حاکم کی ہے۔ (۲: ۵)

حاشیۂ فراہی

روایات تدل علی تاویل سبعة احرف (۲: ۴)

چند روایات جن سے سبعۂ اُحرف کی تاویل معلوم ہوتی ہے۔

(۴۸) مفردات امام راغب سے نقل کیا ہے کہ آیات تین قسم کی ہیں۔ ایک قسم تو وہ جو علی الاطلاق محکم ہیں۔ دوسری جو علی الاطلاق متشابہ ہیں۔ تیسری ایک پہلو سے محکم اور ایک پہلو سے متشابہ۔ پھر متشابہ کی قسمیں: لفظی، معنوی، لفظی و معنوی کی ہیں۔ (۲: ۶)[58]

حاشیۂ فراہی

اُخطأ الراغب فیما اُدخل فی المتشابه ما لیس منه (۲: ۵)

غیر متشابہ کو متشابہ میں داخل کر کے راغب نے غلطی کی۔

(۴۹) امام فخر الدین رازی کا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں: لفظ کو راجح کے بجائے مرجوح معنی میں لینے کے لئے کوئی علیحدہ دلیل چاہئے۔ یہ دلیل لفظی ہوگی یا عقلی۔ اصولی مسائل میں لفظی کا اعتبار ممکن نہیں اس لئے کہ وہ قطعی نہیں ہوتی، کیونکہ قطعی ہونا موقوف ہے، احتمالات عشرہ کے زائل ہونے پر، اور ان کا زائل ہونا ظنی ہے۔ ظنی پر جو چیز موقوف ہو وہ بھی ظنی ہوگی اور اصول میں ظنی پر اکتفا نہیں کیا جاتا۔

جہاں تک دلیل عقلی کا تعلق ہے تو وہ صرف اتنا فائدہ دیتی ہے کہ چونکہ معنی ظاہر محال ہے اس لئے [لفظ] کو اس پر محمول نہ کیا جائے۔ رہا معنی مراد کا اثبات تو یہ عقلاً ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اس کا طریقہ یہی ہے [کہ ایک] مجاز کو دوسرے مجاز اور ایک تاویل کو دوسری پر ترجیح دی جائے۔ یہ ترجیح دلیل لفظی ہی سے ممکن ہے اور [دلیل] لفظی ترجیح کے لئے ضعیف ہے اور صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ مسائل اصولیہ قطعیہ میں ظن پر اعتماد نہیں [کیا] جاتا۔ اس لئے سلف و خلف کے محققین کا مسلک یہ رہا ہے کہ اس بات پر دلیل قطعی قائم کر دی [جائے] کہ لفظ کو ظاہر پر محمول کرنا محال ہے اس کے بعد تاویل کی تعیین پر گفتگو نہ کی جائے۔ (۲: ۷)

حاشیۂ فراہی

أخطأ الإمام فيما جعل من المتشابه ما ليس منه (۲: ۶)	غیر متشابہ کو متشابہ قرار دے کر امام نے غلطی کی۔

(۵۰) سیوطی نے اسی باب میں ایک فصل کی ابتداء یوں کی ہے کہ اوائل سور بھی متشابہ [میں داخل] ہیں۔ (۲: ۱۱)

حاشیۂ فراہی

أخطأ فيما زعم أن أوائل السور من المتشابه (۲: ۱۰)	یہ دعویٰ کر کے غلطی کی کہ اوائل سور متشابہ میں داخل ہیں۔

(۵۱) اتقان کی ۴۴ ویں نوع قرآن مجید کے ان مقامات پر ہے جہاں مصنف کے بقول تقد[یم و تاخیر] ہوئی ہے۔ یعنی ایک چیز جو بعد میں آنی چاہیے تھی وہ پہلے آگئی اور پہلے والی بعد میں آ[گئی]۔

حاشیۂ فراہی

كل ما ذكر فيه التقديم والتأخير ليس فيه تقديم ما حقه التأخير (۲: ۱۶)	ان سارے مقامات پر جہاں تقدیم و تاخیر کا ذکر کیا ہے کہیں بھی تقدیم ما حقہ التاخیر نہیں ہے یعنی جس لفظ کا حق موخر ہونا تھا اسے مقدم کر دیا گیا ہو۔

(۵۲) کسی جگہ ایک لفظ کو مقدم اور دوسری جگہ اسی کو موخر کرنے کا ایک سبب، تفنن کلام کا[...] کیا ہے مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ (البقرہ: ۵۸)	اور داخل ہو دروازے میں سر جھکائے ہوئے اور دعا کرو کہ اے رب ہمارے گناہ بخش دے۔ (تدبر)

دوسری جگہ ہے:

وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (الاعراف: ۱۶۱)	اور توبہ استغفار کرتے رہو اور دروازے میں سرفگندہ داخل ہو۔ (تدبر)

حاشیۂ فراہی

لم يصب (۲: ۱۹)	صحیح نہیں لکھا۔

(۵۳) عام و خاص کی بحث میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (النساء: ۵۴)	کیا یہ لوگوں پر حسد کر رہے ہیں اس فضل پر جو اللہ نے ان کو بخشا۔ (تدبر)

میں "الناس" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں[۴۰]۔ اس لئے کہ آپ کے اندر وہ تمام اخلاق حمیدہ جمع ہیں جو (الناس) انسانوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ (۲: ۲۲)

حاشیۂ فراہی

اخطاء (۲: ۲۰)	غلطی کی۔

(۵۴) اگر "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ" (اے نبی) "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ" (اے رسول) جیسے الفاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہو تو کیا اس خطاب میں آپ کی امت بھی شامل ہوگی؟ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ امت بھی شامل ہوگی۔ سیوطی کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ امت شامل نہیں ہے۔ اس لئے کہ خطاب کا یہ صیغہ آپ کے ساتھ خاص ہے۔ (۲: ۲۴)

حاشیۂ فراہی

أخطأ، فإن الصحيح هو التفصيل حسب الموقع (۲: ۲۲)	غلطی کی، اس لئے کہ صحیح بات حسب موقع تفصیل ہے[۴۱]۔

(۵۵) ہبۃ اللہ بن سلامۃ المفسر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے آیت کریمہ:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الانسان: ٨)

اور وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے رہے ہیں خود اس کے حاجت مند ہوتے ہوئے۔

کے سلسلہ میں لکھا کہ اس آیت میں " واسیرا " کا لفظ منسوخ ہے اور اس سے قیدی ہے۔ جب کتاب ان کے سامنے پڑھی گئی تو ان کی صاحبزادی بھی سن رہی تھیں جب اس مقام پر پہونچا تو صاحبزادی نے عرض کیا: والد صاحب آپ نے یہاں غلطی کی وہ کیسے؟ کہا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ قیدی کو کھانا کھلایا جائے گا مارا نہیں جائے گا۔ باپ نے تسلیم کیا اور کہا: تم نے سچ کہا۔ (٢: ٣١)[٦٢]

حاشیۂ فراہی

حكاية عجيبة ذات فوائد (٢: ٢٩)

ایک عجیب حکایت جو متعدد فوائد پر مشتمل ہے۔

(٥٦) علماء بلاغت کی ایک جماعت ایجاز واطناب کے درمیان ایک تیسری چیز "مساوات" ہے جس میں الفاظ معانی کے مساوی ہوں۔ اس کی مثال میں مصنف تلخیص نے یہ آیت کی ہے:[٦٣]

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ۔ (فاطر: ٤٣)

اور بری تدبیر کا وبال اس تدبیر والے ہی پر پڑتا ہے

سیوطی لکھتے ہیں کہ اس مثال پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس آیت میں لفظ "السیئ" اطناب ہے کیونکہ "مکر" ہمیشہ "سیی" (برا) ہوتا ہے۔ (٢: ٧٠)

حاشیۂ فراہی

أخطأ، فإن المكر ربما لا يكون سيئا ولذلك جاء قوله تعالى:

"وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ" (آل عمران: ٥٤)

(٢: ٦٩)

غلطی کی، اس لئے کہ "مکر" (تدبیر) بسا اوقات برا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیریں کرنے والا ہے۔

(٥٧) حذف کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے سیوطی ایک قسم "احتباک" کا ذکر کرتے ہیں اور کہ مجھے یہ قسم صرف احمد بن یوسف الرعینی الاندلسی کی شرح الحلۃ السیراء[٦٤] میں ملی۔ اندلسی

ہے: بدیع کی ایک نادر قسم " احتباک " ہے۔ وہ یہ کہ کلام کے پہلے حصہ سے وہ لفظ حذف کردیا جائے جس کی نظیر دوسرے حصہ میں موجود ہو۔ اسی طرح دوسرے حصہ سے وہ لفظ حذف کردیا جائے جس کی نظیر پہلے حصہ میں موجود ہو۔ مثلاً آیت کریمہ:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً (البقرہ: ١٧١)

ان کافروں کی تمثیل ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیزوں کو پکارے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سنتی سمجھتی ہو۔

میں تقدیر کلام یوں ہے: مثل الانبياء والكفار كمثل الذي ينعق والذي ينعق به " پہلے حصہ سے "انبیاء" حذف کردیا گیا کہ " الذی ینعق " اس پر دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے ٹکڑے سے "الذی ینعق بہ" حذف کردیا گیا کہ " الذین کفروا " اس کا پتہ دے رہا ہے۔ (٢: ٧١)

حاشیۂ فراہی

لقد قرب أسلوبا من العربية عجيبا ولكن خفي عليه ونذكره: وهو حذف ما دل عليه مناسبه، ومنه قوله تعالى:

" فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ"

أي أذاقها طعم الجوع وألبسها لباس الخوف. وفي الآية رعاية اللف والنشر ومنه قول (الحارث بن حلزة اليشكري)[٦٥]:

والعيش خير في ظلال النوك ممن عاش كدا (٢: ٥)

اندلسی عربیت کے ایک عجیب اسلوب کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا مگر وہ اس پر مخفی رہ گیا۔ ہم اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ اسلوب ہے:

"حذف ما دل علیہ مناسبہ" (یعنی اس لفظ کو حذف کر دیا جائے جس پر اس کے مناسب دوسرا لفظ دلالت کر رہا ہو[٦٥] آیت کریمہ " فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ " میں یہی اسلوب استعمال ہوا ہے۔ یعنی " فاذاقہا طعم الجوع والبسہا لباس الخوف " (پس اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک کا (مزہ) چکھایا اور خوف کا لباس (پہنایا۔ آیت میں لف ونشر کی رعایت ہے۔

(حارث بن حلزہ) کے اس شعر میں بھی یہی اسلوب ہے:

حماقت کے سائے میں (آرام کی) زندگی بہتر ہے

اس شخص (کی زندگی) سے جو (عقل کے ہوتے ہوئے) مشقت کی زندگی گذارے۔

(۵۸) سیوطی نے نفی کے سلسلہ میں ایک قاعدہ یہ لکھا ہے کہ مبالغہ فی الفعل کی نفی اصل فعل کی نفی
مستلزم نہیں۔ پھر اس قاعدہ کی رو سے قرآن مجید کی دو آیتوں کو مشکل بتایا ہے۔ ایک آیت

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (فصلت: ۴۶)
اور تیرا رب بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

دوسری آیت:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مریم: ۶۴)
اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

اس کے بعد پہلی آیت کے اشکال کے نو (۹) جواب نقل کئے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ
اگرچہ کثرت (مبالغہ) کے لئے ہے لیکن "عبید" کے مقابلہ میں ہے جو جمع کثرت ہے۔ دوسرا
یہ ہے کہ ظلم کثیر کی نفی کی ہے تاکہ ظلم قلیل کی نفی لازمی طور پر از خود ہو جائے کیونکہ ظالم کے ظلم کا
مقصد اس سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ پس اگر نفع کی زیادتی کے باوجود ظلم کثیر ترک کر دے
قلیل کو بدرجہ اولیٰ ترک کر دے گا۔ ایک جواب جو ابن مالک نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ
نسبت کے طور پر صاحب ظلم کے معنی میں ہے۔

حاشیۂ فراہی

فی جمیع الاجوبۃ دلیل علی عدم المعرفۃ باسلوب کلام العرب
یہ سارے جوابات کلام عرب کے اسلوب سے ناواقفیت کی دلیل ہیں۔[66]

(۲: ۸۸)

(۵۹) "تاکید المدح بما یشبہ الذم" کے سلسلہ میں ابن ابی الاصبع المصری نے لکھا ہے کہ قرآن
میں مجھے اس کی صرف ایک مثال ملی ہے:[67]

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ (المائدہ: ۵۹)
ان سے کہو کہ اے اہل کتاب تم ہم پر بس اس بات کا غصہ نکال رہے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ (تدبر)

امام سیوطی نے اس کی نظیر میں دوسری آیت پیش کی:

وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ (التوبہ: ۷۴)
ان کا یہ عناد صلہ ہے صرف اس بات کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کیا۔ (تدبر)

(۲: ۱۱۴)

[حا]شیۂ فراہی

ومنہ:

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (البروج: ۸)
اس کی نظیر یہ آیت بھی ہے:[68]
اور انھوں نے اس پر محض اس وجہ سے غصہ نکالا کہ وہ خدائے عزیز و حمید پر ایمان لائے۔ (تدبر)

(۲: ۱۰۱)

امام سیوطی نے صنعت طباق کی ایک قسم "ترصیع الکلام" ذکر کی ہے اور تعریف یہ کی ہے کہ
کسی قدر مشترک کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ مثال میں یہ آیت
پیش کی ہے:[69]

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ (طٰہٰ: ۱۱۸-۱۱۹)
یہاں (جنت میں) تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ بھوکے رہو گے اور نہ ننگے ہو گے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے نہ دھوپ میں تپو گے (تھانوی)

بھوک کا ذکر برہنگی کے ساتھ کیا جب کہ اس کا تعلق پیاس سے ہے۔ اسی طرح پیاس کا ذکر دھوپ
کے ساتھ کیا جبکہ اس کو برہنگی کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بھوک اور برہنگی میں قدر مشترک خالی
ہونا ہے۔ بھوک نام ہے ظاہر کا کھانے سے خالی ہونے کا اور برہنگی نام ہے ظاہر کا لباس سے
خالی ہونے کا۔ اس طرح پیاس اور دھوپ جلنے میں مشترک ہیں۔ پیاس میں باطن پانی نہ ملنے
کی وجہ سے جلتا ہے اور دھوپ میں ظاہر سورج کی گرمی سے جلتا ہے۔ (۲: ۱۲۲)

[حا]شیۂ فراہی

ھکذا قال ابن القیم وفیہ تعلف (۲: ۱۰۸)
یہی ابن قیم نے لکھا ہے[70] اور اس میں تکلف ہے۔

) امام زرکشی نے اپنی کتاب (البرہان فی علوم القرآن) کے شروع میں لکھا ہے کہ عام طور پر
مفسرین تفسیر کی ابتدا سبب نزول سے کرتے ہیں۔ اس پر بحث ہوئی ہے کہ کس سے ابتدا بہتر
ہے۔ سبب نزول سے کہ سبب مسبب سے پہلے ہوتا ہے، یا مناسبت سے کہ اس
سے نظم کلام درست ہوتا ہے اور وہ نزول سے پہلے ہوتی ہے؟ پھر لکھا ہے: تحقیق یہ

ہے کہ دیکھا جائے کہ کلام سبب نزول پر موقوف ہے یا نہیں۔ اگر موقوف
نزول سے ابتدا کی جائے ورنہ مناسبت کو مقدم کرنا بہتر ہے۔ (۲: ۲۷

حاشیۂ فراہی

هذا موافق بما اخترت فی ترتیب الفصول (۲: ۲۲۰)

فصلوں کی جو ترتیب میں نے اختیار کی ہے یہ اس کے موافق ہے۔

حواشی

۱ مولانا فراہی نے فاتحہ نظام القرآن (۸) میں یہ اقتباس جس میں زرکشی کی رائے اور سیوطی کا تبصرہ الاتقان سے نقل کیا ہے۔ مترجم فاتحہ نظام القرآن کو سیوطی کی عبارت سمجھنے میں تسامح ہوا ہے جس نے قائل کی مراد کے بالکل برعکس ترجمہ کر دیا۔ ملاحظہ ہو:

"میں کہتا ہوں کہ اسباب نزول میں ایک قابل ذکر چیز یہ بھی ہے کہ ضروری نہیں کہ آیت اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہو جس زمانہ میں واقعہ پیش آیا۔" مجموعہ تفاسیر فراہی: ۴

سیوطی کی اصل عبارت یہ ہے:

"والذی یتحرر فی سبب النزول انه ما نزلت الآیة ایام وقوعه

تسامح کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ مولانا نے فاتحہ نظام القرآن میں سیوطی کی تعلیق پر اظہار کیا۔

۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فاتحہ نظام القرآن کی فصل "شان نزول" مجموعہ تفاسیر فراہی: ۴

۳ اس تفسیر کے مصنف قاضی اسکندریہ العماد الکندی النحوی المتوفی ۷۳۰ھ ہیں۔ کشف میں لکھا ہے کہ تفسیر ۲۳ ضخیم جلدوں میں تھی۔

۴ اس آیت سے پہلے کی آیت ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ"

اس آیت میں قرآن کی صفت "عزیز" بیان کی ہے اور بعد والی آیت میں اس کی وضاحت قرآن مجید نے خود وجہ تسمیہ بیان کر دی ہے۔

دوسری جگہ بظاہر مولانا کا رجحان اسی دوسری صورت کی طرف ہے جسے زرکشی نے بعید قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: فاتحہ نظام القرآن، مقدمہ ۱۴ "سورتوں کے نام اور ان کے عمود" مجموعہ تفاسیر فراہی: ۶۲

صحیح مسلم (۱: ۵۳۶) کتاب صلاۃ المسافرین، باب "استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل" میں حضرت حذیفہ بن الیمان رض سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا: "ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے سورہ بقرہ شروع کی۔ اسے پڑھ کر سورۂ نساء شروع کی۔ اسے پڑھ کر سورہ آل عمران پڑھی۔۔۔ الخ۔ حضرت حذیفہ رض سے یہ روایت سورتوں کی اس ترتیب کے ساتھ نسائی (۱: ۱۹۸) صحیح ابن خزیمہ (۱: ۲۷۲، ۳۴۰) اور مسند ابو عوانہ (۲: ۱۶۹) میں بھی ہے۔ لیکن مستدرک (۱: ۳۲۱) اور شرح معانی الآثار (۱: ۳۴۶) میں اسی روایت میں سورتوں کی ترتیب مصحف کے مطابق ہے۔ یعنی سورہ بقرہ پھر آل عمران پھر نساء۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن: ۷، تفسیر سورہ عبس فصل ۱۰ (مجموعہ تفاسیر فراہی: ۲۷۰)

الفاظ قرآن کی تحقیق میں مولانا کے نقطۂ نظر کے لئے دیکھئے فاتحہ نظام القرآن "تفسیر کے لسانی مآخذ"، مجموعہ تفاسیر فراہی: ۴۲، مفردات القرآن: ۵، ۹

علی بن ابی طلحہ کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیری مرویات پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جو "صحیفہ علی بن ابی طلحہ" کے نام سے معروف ہے۔ اس صحیفہ کے راوی علی بن ابی طلحہ ہیں جو حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں مگر انھوں نے براہ راست حضرت ابن عباس رض سے مرویات حاصل نہیں کی ہیں بلکہ ان کے اور حضرت ابن عباس کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ یہ اس سند کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ یہ واسطہ کس کا ہے ابو جعفر نحاس (الناسخ والمنسوخ: ۱۳) کے خیال میں کبھی تو مجاہد ہوتے ہیں اور کبھی عکرمہ۔ امام سیوطی کے نزدیک کبھی مجاہد اور کبھی سعید بن جبیر۔ علی بن ابی طلحہ کے بارے میں محدثین کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن حبان اور ابو داؤد نے توثیق کی ہے۔ امام مسلم نے کتاب النکاح میں ایک روایت بھی ان سے نقل کی ہے دوسری طرف یعقوب بن سفیان انھیں "ضعیف الحدیث منکر" اور "شامی لیس ہو بمتروک ولا ہو حجۃ" کہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل "له اشیاء منکرات" کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۷: ۳۴۰) ڈاکٹر محمد کامل حسین لکھتے ہیں: "غالباً اسی وجہ سے امام بخاری نے ان کے طریق سے کوئی روایت نقل نہیں کی، اور ان کے صحیفۂ تفسیر سے جب استفادہ بھی کیا تو ان کا نام نہیں لیا۔ بہر حال صحیفہ تفسیر کی روایت کی صحت پر سب کا اتفاق ہے"

علی بن ابی طلحہ سے اس صحیفہ کی روایت معاویہ بن صالح نے کی۔ ان کے بارے میں بھی توثیق و تجریح دونوں ہی

قسم کے اقوال ملتے ہیں۔ ابن معین سے ایک روایت یہ ہے کہ انھوں نے کہا: معاویہ ثقہ ہر
قول یہ منقول ہے کہ "لیس بمرضی" (تہذیب التہذیب ۱۰ : ۲۱۰)

اس سند کے تیسرے راوی جو معاویہ بن صالح سے نقل کرتے ہیں وہ ابوصالح کاتب الل
کا بھی حال مختلف نہیں۔ عبدالملک بن شعیب "ثقہ مامون" اور ابوحاتم "صدوق امین اعلمہ
امام نسائی ثقہ نہیں قرار دیتے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے ان کی حدیثیں قلم زد کردیں۔ ابن عدی کہ
الحدیث تھے۔ لیکن ان کی سندوں اور متون میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ قصداً جھوٹ نہیں بولتے تھے۔
نے فرمایا: شروع میں ان کا حال ٹھیک تھا مگر آخر میں خراب ہوگیا۔ "کان أول أمره متماسکا ثم
(تہذیب التہذیب ۵ : ۲۵۷ - ۲۵۹)

امام بخاری نے صحیفہ علی بن ابی طلحہ کی روایت انھیں ابوصالح کاتب اللیث سے کی ہے
سے ان کا استفادہ خاص طور پر الفاظ قرآن کی شرح تک محدود ہے۔ لیکن امام طبری نے آیات
اس صحیفہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ البتہ ان کے اور ابوصالح کے درمیان واسطے ہیں۔ ملاحظ
حسین کا مقالہ "صحیفہ علی بن ابی طلحہ فی التفسیر" جو محمد فواد عبدالباقی کی مرتبہ "معجم غریب القرآن م
البخاری" کے شروع میں شامل ہے۔ صحیفہ علی بن ابی طلحہ کے بارے میں جو معلومات ہم نے اوپر لکھی
مضمون سے ماخوذ ہیں لیکن ان کا مقابلہ ماخذ سے کرلیا گیا ہے۔

۱۰ھ الاتقان ۱ : ۱۵۰ سیوطی کی اس عبارت سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ امام بخاری نے الفاظ قرآ
ابن ابی طلحہ کی مرویات ہی پر اعتماد کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بعض الفاظ کے سلسلہ میں ا
ابن ابی طلحہ کی طریق سے حضرت ابن عباس سے مروی شرح کو نظر انداز کرکے دوسری شرح کی ہے
معلوم ہوگا محمد فواد عبدالباقی نے ان تمام الفاظ قرآنی کو جن کی شرح امام بخاری نے صحیح میں لکھ
"معجم غریب القرآن" میں جمع کردیا ہے

۱۱ھ یہ تشریح "أَمَّرْنَا" کی قرارت کی صورت میں ہے۔ امام طبری نے معروف قرارت "أَمَرْنَا" کو اخت
تفسیر کی ہے أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا بالطاعة فَفَسَقُوا فِيهَا۔ یعنی جب ہم کسی بستی کو ہلاک
تو اس کے خوش عیش لوگوں کو اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ نافرمانی کی راہ پر چل پڑتے
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر بھی منقول ہے۔ پہلی تفسیر کا مطلب
کے بروں کو مسلط کردیتے ہیں۔" (طبری ۱۵ : ۵۴)

۱۲ھ آیت کریمہ ہے:

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ" حضرت ابن عباس کی اس شرح کا مطلب یہ ہوا کہ جس بات کا تمہیں علم نہ ہو وہ نہ کہو۔ ظاہر ہے "لا تقل" (نہ کہو) "لا تقف" کی لغوی تشریح نہیں ہے بلکہ آیت کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے دوسری روایت میں اس کی شرح "لا ترم" (الزام نہ لگاؤ) کی گئی ہے۔ امام طبری نے دونوں روایتوں کو جمع کرکے تفسیر کی ہے۔ (طبری ۱۵ : ۸۶)
مولانا امین احسن اصلاحی نے ترجمہ کیا ہے: "جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہ ہوا کرو"
(تدبر قرآن ۴ : ۹۴)

آیت کریمہ ہے:

"حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا"۔ تیے یا

حضرت ابن عباس کی روایت میں "بین الصدفین" کی تشریح "دونوں پہاڑوں کے درمیان" کی گئی ہے علمائے لغت "صدف" کے معنی عام طور پر "جانب الجبل" یعنی پہاڑ کا کنارہ بتاتے ہیں۔ مولانا تھانوی کا ترجمہ ملاحظہ ہو: "یہاں تک کہ جب (ردے ملاتے ملاتے) ان کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو برابر کردیا تو حکم دیا کہ دھونکو۔" تدبر قرآن (۴ : ۶۱۶) کا ترجمہ ہے: "یہاں تک کہ جب بیچ کے خلا کو بھر دیا حکم دیا کہ اس کو خوب دھونکو۔"

آیت کریمہ ہے:

"قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا"۔ اہیں لہ ج

اس روایت کے مطابق یوں ترجمہ ہوگا: "فرمایا کہ تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین رات تک آدمیوں سے بات نہ کرسکو گے حالانکہ گونگے نہ ہوگے۔" "سویا" کی دوسری تشریح حضرت ابن عباس سے منقول ہے "ثلاث لیال متتابعات" یعنی مسلسل تین راتوں تک۔ گویا پہلی روایت میں "سوی" کے معنی ہوئے بغیر گونگے پن کے" اور دوسری میں "مسلسل" (طبری: ۱۶ : ۵۳) "من غیر خرس" (بغیر گونگے پن کے) ظاہر ہے۔ "سوی" کی لغوی تشریح نہیں ہے بلکہ اس موقع پر اس کی تفسیر ہے۔ لغوی معنی تندرست، بھلے چنگے کے ہیں۔

الاتقان کے دونوں نسخوں اور اس کے تحقیقی ایڈیشن میں بھی یہی تشریح لکھی ہے۔ لیکن تفسیر طبری میں علی بن ابی طلحہ کی روایت میں "هو نهر عليٰ" ہے۔ (۱۶ : ۶۹) نیز دیکھئے الدر المنثور ۴ : ۲۶۸۔ طبری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس کی تشریح "نہر صغیر" نقل کی ہے۔ (معجم : ۸۸)۔ ہمارے خیال میں الاتقان کے متن میں "نہر" کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔